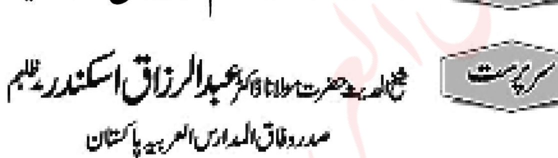
وفاق المدارس العربیہ پاکستان کا ترجمان

ماہنامہ وفاق المدارس ملتان

جلد نمبر ۱۸ شمارہ نمبر ۵ جمادی الاولیٰ ۱۴۴۲ھ جنوری ۲۰۲۱ء



بیاد
شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ

سرپرست
شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر مدظلہم
صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان

مدیر اعلیٰ
شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری مدظلہم
ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان



مدیر
محمد احمد حافظ

خط و کتابت اور ترسیل زر کا پتہ

وفاق المدارس العربیہ پاکستان گارڈن ٹاؤن شیر شاہ روڈ ملتان

فون نمبر 061-6514525-6514526-27 فیکس نمبر 061-6539485

Email:wifaqulmadaris@gmial.com web:www.wifaqulmadaris.org

ناشر: حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری ● مطبع: اقراء گرافکس پرنٹنگ پریس پرانی غلہ منڈی بیرون بوہڑ گیٹ ملتان

شائع کردہ: مرکزی دفتر وفاق المدارس العربیہ گارڈن ٹاؤن شیر شاہ روڈ ملتان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست مضامین

سالانہ بدل اشتراک

بیرون ملک امریکہ، آسٹریلیا، جنوبی افریقہ اور یورپی ممالک ۳۰ ڈالر-سعودی عرب، انڈیا اور متحدہ امارات وغیرہ ۲۳ ڈالر-ایران، بنگلہ دیش ۲۰ ڈالر-

اندرون ملک قیمت: فی شمارہ: 30 روپے، زرسالانہ مع ڈاک خرچ: 360 روپے

مدیر اعلیٰ کے قلم سے

’’خلع‘‘ کا موجودہ قانون، ایک معاشرتی المیہ

شیخ الحدیث مولانا محمد حنیف جالندھری مدظلہم
ناظمِ اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان

انسانی رشتوں میں خاوند و بیوی کا رشتہ ایک ایسا تعلق ہے جو بیک وقت انتہائی مضبوط بھی ہے اور حد درجہ نازک بھی، یہ رشتہ جہاں ’’قبول ہے‘‘ کے اقرار کے ساتھ دو اجنبی مرد و عورت کو تمام عمر کے لیے ایک دوسرے کے حقوق و فرائض ادا کرنے کے مقدس رشتے میں باندھ دیتا ہے وہیں ’’طلاق‘‘ کے لفظ کا تکرار زوجین کے مابین نہ ختم ہونے والی حدّ فاصل بھی قائم کر دیتا ہے۔

شریعت اسلامیہ میں اس مقدس مگر نازک رشتہ کو برقرار رکھنے کے بڑے واضح اور تاکیدی احکام دیے گئے ہیں اور میاں بیوی کی علیحدگی کو نہایت سنگین قرار دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام مباح چیزوں میں طلاق سب سے زیادہ مبغوض اور ناپسندیدہ ہے جیسا کہ حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے ’’ **ابغض الحلال الی اللّٰہ الطلاق** ‘‘ (مشکوٰۃ شریف) ص ۲۸۳ بروایت ابوداود) یعنی ’’اللہ تعالیٰ کے نزدیک حلال چیزوں میں سے سب سے زیادہ مبغوض چیز طلاق ہے‘‘ اور یہی وجہ ہے کہ بغیر کسی شدید ضرورت کے عورت کے مطالبۂ طلاق کو لائق نفرت قرار دیا گیا ہے، چنانچہ ارشاد نبوی ہے: ’’ **ایما امرأۃ سالت زوجھا الطلاق من غیر بأس فحرام علیھا رائحۃ الجنۃ** ‘‘ (مشکوٰۃ شریف ص ۲۸۳) بروایت مسند احمد، ترمذی، ابوداؤد، دارمی، ابن ماجہ) یعنی جس عورت نے اپنے شوہر سے شدید ضرورت کے بغیر طلاق کا مطالبہ کیا اس پر جنت کی خوشبو بھی حرام ہے ایک اور حدیث شریف میں ارشاد ہے ’’ **ان المختلعات ھن المنافقات** ‘‘ (مشکوٰۃ ص ۲۸۴ بروایت نسائی) یعنی (بلاضرورت) خود کو قید نکاح سے نکالنے والی اور خلع لینے والی عورتیں منافق ہیں۔

ایک حدیث پاک کے مطابق شیطان کو جتنی خوشی میاں بیوی کی علیحدگی سے ہوتی ہے اتنی خوشی لوگوں کو چوری اور شراب نوشی جیسے بدترین گناہوں میں ملوث کرنے سے بھی نہیں ہوتی (مشکوٰۃ شریف ص ۱۸ بروایت صحیح مسلم) شیطان کی اس خوشی کا سبب یہ ہے کہ میاں بیوی کی علیحدگی سے بے شمار مفاسد جنم لیتے ہیں پہلے ایک ہنستا بستا گھر اجڑتا ہے پھر بچوں کا مستقبل تباہ ہوتا ہے اس کے بعد دونوں خاندانوں کے درمیان بغض و عداوت اور نفرت و حقارت

کا نہ ختم ہونے والی سلسلہ جنم لیتا ہے جس کے ضمن میں ایک دوسرے کے خلاف جھوٹے الزامات طعن وتشنیع غیبت و چغل خوری سے بڑھ کر قتل وقتال تک نوبت جا پہنچتی ہے اس لیے اسلامی تعلیمات میں حتی الامکان اس کا لحاظ رکھا گیا ہے کہ میاں بیوی کی علیحدگی کا راستہ روکنے کی کوشش کی جائے تا کہ دیگر مفاسد اور منکرات کا دروازہ نہ کھلے۔

تاہم یہ بھی حقیقت ہے کہ شرعاً ''طلاق'' کے ناپسندیدہ ہونے کے باوجود اسے ناگزیر ضرورت کے طور پر قبول کیا گیا ہے کیونکہ بعض اوقات ایسے حالات پیدا ہو جاتے ہیں کہ طلاق دینا ضروری ہو جاتا ہے۔ طلاق کی نوبت آنے میں عورت اور مرد دونوں کا انفرادی اور اجتماعی کردار اہمیت رکھتا ہے، طلاق کی عمومی وجہ مرد اور عورت کے درمیان ذہنی ہم آہنگی نہ ہونے کے باعث پیدا ہونے والی طبعی یا عارضی نفرت ہوتی ہے جس کے بعد مرد اور عورت کے درمیان اکٹھے زندگی گزارنا اور ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنا مشکل ہو جاتا ہے، اسی طرح بعض اوقات زوجین کے درمیان جنسی اور اخلاقی کمزوریوں کا حائل ہونا بھی طلاق یا علیحدگی کا سبب بن جاتا ہے۔ اس طرح کے حالات میں میاں بیوی کو ساتھ رہنے پر مجبور کرنا شریعت اور عقل کے تقاضوں کے خلاف ہے اور فریقین کے درمیان اس مسلسل کشاکش اور ناچاقی کے منفی اثرات اولاد پر بھی مرتب ہوتے ہیں۔ ان حالات میں مرد کا طلاق دے دینا یا عورت کا خلع لے لینا ہی مسئلہ کا قابلِ عمل حل ہے۔

اسلامی شریعت میں جہاں شوہر کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے کر رشتہ ازدواج سے آزاد کر سکتا ہے وہیں بیوی کو بھی یہ حق حاصل ہے کہ اگر اس کے لیے حدود اللہ کے اندر رہتے ہوئے ازدواجی تعلق کو قائم رکھنا ممکن نہ رہے تو وہ اپنے آپ کو اس بندھن سے آزاد کرا سکے، قانونی اصطلاح میں یہ حق ''خلع'' کہلاتا ہے، ''خلع'' کے لیے لازمی ہے کہ بیوی اپنے شوہر کو معاوضے کی یا حق مہر سے دستبردار ہونے کی پیشکش کرے اور شوہر اسے قبول کر لے بالفاظِ دیگر خلع کے لیے زوجین کی باہمی رضامندی ضروری ہے اور خلع کے کیس میں شوہر کی غیر حاضری یا عدم رضا کی صورت میں یک طرفہ ڈگری کی شرعی طور پر کوئی حیثیت نہیں۔ علامہ علاء الدین حصکفیؒ فرماتے ہیں کہ ''خلع'' یا اس طرح کے کسی لفظ سے نکاح کو ختم کر دینا جو فریقین کے قبول کرنے پر موقوف ہو خلع کہلاتا ہے'' **ازالة ملك النكاح المتوقفة علىٰ قبولها بلفظ الخلع او فى معناه**'' (الدرالمختار) خلع کی مشروعیت قرآن مجید سے ثابت ہے چنانچہ ارشاد ہے ''**فان خفتم الا يقيما حدود الله فلا جناح عليهما فيما افتدت به**'' (البقرہ آیت ۲۲۹) یعنی اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ وہ میاں بیوی (اب) حدود اللہ کو قائم نہیں رکھ سکیں گے تو ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں کہ عورت مالی معاوضہ دے کر علیحدگی حاصل کر لے۔ خلع مرد کے مال لیے بغیر بھی جائز ہے اور خلع کے بعد عورت پر ایک طلاق بائن واقع ہو جائے گی علامہ حصکفیؒ فرماتے ہیں'' **وحكمه ان الواقع به ولو بلا مال وبالطلاق الصريح على مال طلاق بائن**'' (الدرالمختار باب الخلع ص۴۴۴ ج۳)

یعنی خلع کا حکم یہ ہے کہ اس کے ذریعے طلاق بائن واقع ہوگی خواہ وہ مالی عوض کے ساتھ ہو یا مالی عوض کے بغیر ہو۔ آج ہمارے معاشرے کا بہت بڑا المیہ یہ بھی ہے کہ عورتیں معمولی ازدواجی اختلاف کی بنیاد پر عدالتوں کے ذریعے خلع کے مقدمات دائر کرا رہی ہیں، اور ملک بھر کی عدالتوں میں لاکھوں کی تعداد میں ایسے مقدمات زیر سماعت ہیں، جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا کہ خلع میں عقد نکاح کو ختم کرنے کا مطالبہ عورت کی جانب سے ہوتا ہے اور مرد اس کے مطالبے پر کچھ لے کر اسے عقدِ نکاح سے آزاد کرتا ہے اور خلع بھی دیگر عقود کی طرح ایک عقد ہے اس لیے کہ اس میں فریقین میں سے ہر ایک کا راضی ہونا ضروری ہے اور یہ یک طرفہ نہیں ہوسکتا چنانچہ اگر عدالت شوہر کی رضامندی کے بغیر خلع کا فیصلہ دے تو شرعاً یہ خلع معتبر نہیں ہوگا۔ فتاویٰ شامیہ میں ہے:

''واما رکنه فهو کما فی البدائع اذا کان بعوض الایجاب والقبول لانه عقد علی الطلاق بعوض فلاتقع الفرقة ولا یستحق العوض بدون القبول'' (کتاب الطلاق باب الخلع ص ۴۴۱ ج ۳)

لیکن ہمارے ہاں عائلی قوانین میں کچھ ایسی خامیاں موجود ہیں جو شرعی اعتبار سے درست نہیں اور جن پر غور کرنا انتہائی ضروری ہے ان میں سے ایک یک طرفہ خلع بھی ہے۔ فوجی امر پرویز مشرف کے دور میں بعض مغربی این جی اوز اور آزاد خیال عورتوں کے مطالبہ کی بناء پر خلع کے قوانین میں ایسی ترامیم کی گئیں، جن سے ناجائز فائدہ اٹھانا بہت ہی آسان ہو گیا ہے، چنانچہ عورت کی طرف سے خلع کا مقدمہ دائر کرنے کے بعد عدالت اس کے شوہر کو دو یا تین مرتبہ سمن جاری کرتی ہے اور شوہر کی طرف سے جواب نہ آنے پر یک طرفہ خلع کی ڈگری جاری کر دیتی ہے، جو قرآن مجید کے حکم "**الذی بیده عقدة النکاح**" (نکاح کی گرہ مرد کے ہاتھ میں ہے) کے سراسر خلاف ہے۔

2015ء میں فیملی کورٹ ایکٹ میں جو ترمیم کی گئی وہ قرآن وسنت اور تمام فقہائے امت کے مؤقف کے برعکس ہے اس ترمیم کے مطابق خلع کے کیس میں عورت کا صرف یہ کہہ دینا ہی کافی ہے کہ ''میں اب اس خاوند کے ساتھ نہیں رہ سکتی'' اس کے بعد عدالت کو پابند کیا گیا ہے کہ وہ خلع کا کیس عورت کے حق میں کر دے۔

اس ترمیم کی عبارت یہ ہے ''اگر شوہر یا خاتون دونوں میں سے کوئی ایک کہتا ہے کہ میں اس کے ساتھ نہیں رہنا چاہتا/ چاہتی یہ میرا پکا فیصلہ ہے، مجھے اس سے علیحدہ ہی ہونا ہے تو اب قانون کے لیے لازم ہے کہ اسی وقت خلع کا کیس عورت کے حق میں کر دے''

''اسلامی نظریاتی کونسل'' جو ایک آئینی ادارہ ہے اور جس کا ہدف پاکستان کے نظریے کے مطابق اس ملک کے نظام کو اسلامی نظام میں ڈھالنے کی تدبیر وسعی کرنا ہے، نے بھی اس مسئلہ میں شرعی حکم کو واضح کیا ہے، چنانچہ کونسل نے اپنے اجلاس نمبر 199 منعقدہ 27-26 مئی 2015ء میں بعض سفارشات پیش کیں۔ عدالت کے ذریعے خلع کا حصول...... موجودہ قانونی صورت حال اور درپیش مسائل اور شرعی نقطہ نظر کے زیر عنوان کونسل نے دو فیصلے منظور

کیے، فیصلہ نمبر 1 مروجہ عدالتی خلع میں شوہر کی رضامندی کے بغیر عدالت یک طرفہ ڈگری جاری کرتی ہے درست نہیں، عدالتوں کو چاہیے کہ وہ خلع اور فسخ نکاح میں فرق کریں۔

فیصلہ نمبر 2 شعبہ ریسرچ خلع، فسخ، ایلاء، لعان اور ظہار کی تعریفات پر مشتمل ایک دفعہ کا متن تیار کرے جو بعد ازاں قانون انفساخِ نکاح مسلمانان 1939ء میں شامل کیا جائے گا''

اسلامی نظریاتی کونسل کے اس وقت کے چیئرمین مولانا محمد خاں شیرانی نے کونسل کے اجلاس کے بعد پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ''عدالتیں خلع کے نام پر تنسیخ نکاح کے فیصلے دے رہی ہیں جو جائز نہیں خلع کا حق صرف خاوند کے پاس ہے عدالتوں کو چاہیے کہ وہ خلع اور تنسیخ نکاح میں فرق کریں''۔

اسلامی نظریاتی کونسل کی اس واضح راہنمائی کے باوجود خلع کا قانون جوں کا توں ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی سفارشات گزارش وتلقین سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتیں حتیٰ کہ بی بی سی کی ایک رپورٹ کے مطابق صدر ضیاء الحق مرحوم کے دور کے بعد 30 سالہ عرصہ میں اسلامی نظریاتی کونسل کی کسی سفارش کو پارلیمنٹ میں سرے سے زیر بحث ہی نہیں لایا گیا۔ مروجہ قانونِ خلع کے حامیوں کی طرف سے یہ بھی کہا گیا ہے کہ خلع کے لیے میاں بیوی کی باہمی رضامندی کی شرط ایک فقہی رائے ہے حالات کے تناظر میں اس میں کمی بیشی کی جاسکتی ہے۔ ان حضرات کی خدمت میں گزارش ہے کہ خلع کے لیے میاں بیوی کی باہمی رضامندی صرف ''فقہی رائے'' نہیں بلکہ فقہائے امت کا اجماعی فیصلہ ہے حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی تمام مذاہب کے فقہاء متفق ہیں کہ خلع کے لیے زوجین کی رضامندی ضروری ہے۔ اختصار کے ساتھ اس مسئلہ میں چاروں مذاہب کی تصریحات درج کی جاتی ہیں:

حنفی مسلک: شمس الائمہ امام سرخسی رحمہ اللہ المبسوط ص۱۷۳ ج۶ پر تحریر فرماتے ہیں:

'' والخلع جائز عندالسلطان وغیرہ لانه عقد یعتمد التراضی ''

یعنی خلع حاکم وغیر حاکم دونوں کے پاس جائز ہے اس لیے کہ یہ ایک ایسا عقد ہے جس کی ساری بنیاد باہمی رضامندی پر ہے۔

شافعی مسلک: امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں'' **لان الخلع طلاق فلایکون لاحد ان یطلق عن احد اب ولاسید ولا ولی ولاسلطان** '' (کتاب الام ص۲۰۰ ج۵)

یعنی خلع طلاق کے حکم میں ہے لہٰذا کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ کسی دوسرے کی طرف سے طلاق دے نہ باپ کو یہ حق ہے، نہ آقا کو، نہ سرپرست کو، نہ حاکم کو۔

مالکی مسلک: علامہ ابوالولید باجی مالکی رحمہ اللہ موطا امام مالکؒ کی شرح میں لکھتے ہیں'' **وتجبر علی الرجوع الیه ان لم یر فراقها بخلع وغیرہ** '' (المہذب ص۷۱ ج۲)

یعنی عورت کو شوہر کے پاس جانے پر مجبور کیا جائے گا، اگر شوہر خلع وغیرہ کے ذریعے علیحدگی نہ چاہتا ہو۔

حنبلی مسلک: فقہ حنبلی کے مستند ترین شارح علامہ ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:" **ولانہ معاوضة فلم يفتقر الى السلطان كالبيع والنكاح ولانه قطع عقد بالتراضی اشبه الاقالة**" (مغنی ابن قدامہ ص۵۲ ج۷)

یعنی اس لیے کہ خلع عقد معاوضہ ہے اس کے لیے حاکم کی ضرورت نہیں جیسا کہ بیع اور نکاح میں حاکم کی ضرورت نہیں، نیز اس لیے کہ خلع باہمی رضامندی سے عقد کو ختم کرنے کا نام ہے لہٰذا یہ اقالہ (فسخ بیع) کے مشابہ ہے۔

دورِ جدید کا مغربی تصور یہ ہے کہ جس طرح مرد، عورت کو اس کی مرضی کے بغیر طلاق دے سکتا ہے اسی طرح عورت، مرد کی رضامندی کے بغیر خلع لے سکتی ہے۔ پاکستان میں موجودہ خلع کے قانون کی عمارت اسی بنیاد پر استوار کی گئی ہے لیکن یہ وہ فکر یا عمل ہے جس سے شریعت کا پورا عائلی نظام تلپٹ ہو جاتا ہے اور جس سے اللہ تعالیٰ کی وہ حکمت بالغہ باطل ہو جاتی ہے جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے نکاح کی گرہ مرد کے ہاتھ میں رکھی ہے عورت کے ہاتھ میں نہیں۔

بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے عورت کو ہر حق دیا ہے کہ وہ ضرورت محسوس کرے تو شوہر سے خلع کا مطالبہ کر سکتی ہے اور ''بدل خلع'' کے طور پر مالی معاوضے کی پیشکش بھی کر سکتی ہے مگر ''خلع کا حق'' اور ''خلع کے مطالبے کا حق'' دو الگ الگ چیزیں ہیں، اللہ تعالیٰ نے عورت کو یہ حق دیا ہے کہ وہ شوہر سے خلع کا مطالبہ کر سکتی ہے، یہ حق نہیں دیا کہ وہ ازخود مرد کو خلع دے کر چلتا کر سکتی ہے، اس کی مثال ایسی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کو حق دیا ہے کہ وہ حدود شرعیہ کی رعایت رکھتے ہوئے جہاں چاہے نکاح کر سکتا ہے، یہ حق مرد کو بھی ہے اور عورت کو بھی، لیکن نکاح کا یہ حق یک طرفہ نہیں کیونکہ نکاح ایک ایسا عقد ہے جو دونوں فریقوں کی رضامندی پر موقوف ہے اسی طرح خلع بھی ایک ایسا عقد ہے جس کے ذریعے دونوں فریق ''ازالۂ نکاح بالعوض'' کا معاملہ طے کرتے ہیں۔ جس طرح نکاح کا پیغام بھیجنے کا حق ہر شخص کو حاصل ہے لیکن عملاً نکاح اس وقت ہوگا جب دونوں فریق نکاح کا ایجاب وقبول کریں گے۔

اسی طرح خلع کی پیشکش کرنا عورت کا حق ہے لیکن عملاً خلع اس وقت ہوگا جب دونوں فریق اس عقد کا ایجاب وقبول کریں گے۔ بخلاف طلاق کے، کہ وہ عقد نہیں بلکہ اپنی ملکیت یا اختیار کو ختم کرنا ہے اس کے لیے دوسرے فریق کی رضامندی ضروری نہیں۔

مندرجہ بالا معروضات سے درج ذیل امور بالکل واضح ہو گئے کہ:

(الف) قرآن کریم اور حدیث نبوی کی رو سے خلع اس وقت ہوتا ہے جب میاں بیوی دونوں اس پر راضی اور متفق ہو جائیں۔

(ب)   باجماع امت شوہر کی طرف سے کوئی عدالت، کوئی ادارہ یا کوئی دوسرا فرد اس کی بیوی کو طلاق دینے یا خلع دینے کا مجاز نہیں ہے، اگر کسی شوہر کی بیوی کو اس کی اجازت و رضامندی کے بغیر کسی فرد نے، کسی ادارے نے یا کسی عدالت نے طلاق دے دی یا خلع دے دیا تو وہ شرعاً کالعدم ہے یہ عورت بدستور اپنے شوہر کے نکاح میں ہے جب تک اس سے طلاق یا خلع نہ لے۔

(ج)   ایسی عورت جس کو شوہر کی مرضی کے بغیر کسی ادارے یا فرد نے طلاق یا خلع دے دیا ہو وہ چونکہ بدستور اپنے شوہر کے نکاح میں ہے اس لیے اس کا عقد ثانی باطل ہے، اگر وہ دوسری جگہ عقد کرے گی تو ہمیشہ گناہ کی زندگی گزارے گی اس کا وبال دنیا و آخرت میں اس کو بھگتنا ہوگا۔ اس کے ساتھ وہ ادارہ، فرد، عدالت اور قانون ساز بھی اس گناہ میں شریک ہے جس نے خلافِ شریعت قانون سازی کی اور فیصلے دیے۔

گزشتہ سطور میں خلع کے بالمقابل ''تنسیخ نکاح'' کا بھی اجمالاً ذکر ہوا جس میں قاضی مخصوص حالات کی بناء پر از خود بھی نکاح فسخ کرسکتا ہے، عالم اسلام کی معروف شخصیت شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دام ظلہم اس کی توضیح فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

''یہاں یہ سوال ہوسکتا ہے کہ جمہور فقہاء کے نزدیک بعض مخصوص حالات میں قاضی شرعی کو یہ حق دیا گیا ہے کہ وہ بلا مرضی شوہر بھی زوجین میں تفریق کردے جو بحکم طلاق ہے اور یہ طلاق شوہر کی اجازت کے بغیر حاکم کی طرف سے ہوتی ہے جیسے مفقود الخبر، مجنون، نامرد وغیرہ شوہر کے معاملات تمام کتب فقہ میں مفصل موجود ہیں اس لیے تفریق قاضی کے مسئلہ کی وضاحت کردینا مناسب ہے۔ صورت حال یہ ہے کہ عورت کے جو حقوق مرد پر واجب ہیں وہ دو قسم کے ہیں ایک وہ حقوق جو قانونی حیثیت رکھتے ہیں اور جو نکاح کے قانونی مقاصد حاصل کرنے کے لیے ضروری ہیں مثلاً نان ونفقہ اور وظائف زوجیت وغیرہ یہ وہ حقوق ہیں جنہیں بزور عدالت شوہر سے وصول کیا جاسکتا ہے اور اگر شوہر ان کی ادائیگی سے عاجز ہو تو اس پر قانوناً واجب ہوجاتا ہے کہ عورت کو طلاق دے۔ ایسی صورت میں اگر وہ طلاق دینے سے انکار کرے یا طلاق دینے کے قابل نہ ہو تو مجبوراً قاضی کو اس کا قائم مقام قرار دے کر تفریق کا اختیار دیا جاتا ہے:......(۱) مجنون (۲) متعنت (نان ونفقہ نہ دینے والا (۳) عنین (نامرد) (۴) مفقود الخبر (۵) غائب غیر مفقود، میں یہی صورت ہوتی ہے۔

اس کے برخلاف نکاح کے بعض حقوق ایسے ہوتے ہیں جن کی ادائیگی شوہر پر دیانتاً ضروری ہے لیکن وہ قانونی حیثیت نہیں رکھتے اور نہ انہیں بزور عدالت وصول کیا جاسکتا ہے جیسے بیوی کے ساتھ حسنِ سلوک اور خوش اخلاقی کا معاملہ، ظاہر ہے کہ یہ حقوق بزور قانون نافذ نہیں کیے جاسکتے، جب تک شوہر کے دل میں خدا کا خوف اور آخرت کی فکر نہ ہو دنیا کی کوئی عدالت ان کا انتظام نہیں کرسکتی اور جب اس قسم کے حقوق کا تعلق عدالت سے نہیں ہے تو اسے یہ

اختیار بھی حاصل نہیں ہے کہ حق تلفی کی صورت میں وہ نکاح فسخ کردے (''اسلام میں خلع کی حقیقت'' ''جزء الحیلۃ الناجزۃ'' ص ۲۶۶، از حضرت مفتی محمد تقی عثمانی)

یہاں یہ پہلو بھی غور طلب ہے کہ عدالت کا منصب فریقین کے ساتھ انصاف کرنا ہے اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ عدالت کا جھکاؤ کسی ایک فریق مقدمہ کی طرف نہ ہو لیکن مغربی پروپیگنڈے کے زیر اثر یہاں گویا یہ اصول طے کرلیا گیا ہے کہ خلع کے مقدمہ میں مرد ہمیشہ ظالم اور عورت ہمیشہ معصوم ومظلوم ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ خلع کے قریباً سو فیصد فیصلے عورت کے حق میں کیے جاتے ہیں جب عدالت نے ذہنی طور پر شروع ہی میں عورت کی طرف داری کا اصول طے کرلیا ہو تو سوچا جاسکتا ہے کہ اس کا فیصلہ انصاف کے ترازو میں کیا وزن رکھتا ہے اور وہ شرعاً کیسے نافذ اور مؤثر ہوسکتا ہے اور اس کے ذریعے عورت پہلے شوہر کے لیے حرام اور دوسرے کے لیے حلال کیسے ہوسکتی ہے؟

کیا اس طرح کے مقدمات میں یہ احتمالات نہیں کہ:

(۱) عورت عیش پسند اور خاوند متوسط الحال ہو، وہ اوسط درجے کا نان ونفقہ دے سکتا ہو مگر عورت زیادہ کا مطالبہ کرتی ہو۔

(۲) عورت آزادی پسند ہو، شرعی حجاب وغیرہ کی پابندی برداشت نہ کرتی ہو۔

(۳) عورت بداخلاق اور شوہر کی نافرمان ہو اور آزادئ طبع کی وجہ سے زوجیت کا قلادہ گردن سے اتارنا چاہتی ہو۔

(۴) آج کل کی روش پر چلتے ہوئے امیر کبیر، خوبصورت اور معاشرے میں ذی وجاہت شوہر کی خواہاں ہو۔

(۵) کسی سے خفیہ آشنائی ہو اور اس کی خاطر اپنے خاوند سے خیانت اور ازدواجی زندگی کو تباہ کرنے پر تلی ہوئی ہو۔

خدا کے لیے انصاف کیجیے! کہ ایسی صورت حال میں اگر عدالت مظلوم خاوند کا مؤقف سنے بغیر عورت کے مطالبۂ خلع پر یک طرفہ ڈگری جاری کر کے عورت کو خلع یا طلاق دے دیتی ہے تو کیا یہ انصاف کا خون کرنے کے مترادف نہیں ہے؟ کیا عدالت نے اصل حقائق کی تحقیق وتفتیش کا اپنا فریضہ ادا کیا؟ جس عدالت نے فریقِ مخالف کا مؤقف سننے تک کی زحمت گوارا نہیں کی وہ اس کے ساتھ انصاف کیسے کرسکتی ہے؟

اس لیے قرآن وسنت کے عائلی قوانین کے مطابق اگر میاں بیوی کا کوئی معاملہ عدالت میں آتا ہے تو جج کی پہلی ترجیح زوجین میں مصالحت ہونی چاہئے، اگر مصالحت نہیں ہوتی تو جج شوہر کو رضا کارانہ طور پر طلاق دینے کے لیے آمادہ کرے، اگر شوہر اس کے لیے تیار نہ ہو تو بیوی کچھ لین دین کر کے شوہر کو طلاق کے لیے راضی کرلے۔ اسی کو خلع کہا جاتا ہے۔ اگر ان میں سے کوئی بھی تدبیر کارگر نہ ہو اور بیوی شرعی اعتبار سے ایسی وجہ بیان کرتی ہے جو موجب تفریق ہے اور جج کو واقعات وشواہد اور دلائل کی روشنی میں اس کے سچے ہونے کا ایک حد تک یقین ہوجائے تو ایسی صورت میں مسلمان جج کو خاص شرائط کے ساتھ تفریق کا حق ہے۔

هذا ما عندی و العلم عندالله و فیه کفایة لمن کانت له درایة

کفار کا کہا ماننا مومنین کا شعار نہیں

محمد احمد حافظ

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْآ اِنْ تُطِیْعُوْا فَرِیْقًا مِّنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ یَرُدُّوْکُمْ بَعْدَ اِیْمَانِکُمْ کٰفِرِیْنَo وَکَیْفَ تَکْفُرُوْنَ وَ اَنْتُمْ تُتْلٰی عَلَیْکُمْ اٰیٰتُ اللّٰہِ وَ فِیْکُمْ رَسُوْلُہٗ ط وَمَنْ یَّعْتَصِمْ بِاللّٰہِ فَقَدْ ھُدِیَ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ o (آلِ عمران۱۰۰،۱۰۱)

ترجمہ:''اے ایمان والو! اگر تم کہا مانو گے بعضے اہل کتاب کا تو پھر کردیں گے وہ تم کو ایمان لائے پیچھے کافر، اور تم کس طرح کافر ہوتے ہو اور (درآنحالیکہ) تم پر پڑھی جاتی ہیں آیتیں اللہ کی اور تم میں اس کا رسول ہے، اور جو کوئی مضبوط پکڑے اللہ کو تو اس کو ہدایت ہوئی سیدھے راستے کی۔''

تحقیق لغات:......تُطِیْعُوْا......(ط و ع) طیبِ خاطر، جی کی خوشی کے ساتھ فرماں برداری کرنا، اس کا متضاد اکراہ ہے، جس کے معنیٰ ہیں کسی کام کو دل کی ناگواری کے ساتھ انجام دینا۔

فَرِیْقاً......فریق اس جماعت کو کہتے ہیں جو دوسروں سے الگ ہو، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: وَاِنَّ مِنْھُمْ لَفَرِیْقاً یَّلْوُوْنَ اَلْسِنَتَھُمْ بِالْکِتَابِ (آل عمران:۷۸) یعنی: اہل کتاب میں بعض ایسے ہیں کہ کتاب (توراۃ) کو اپنی زبانوں پر توڑ مروڑ کر پڑھتے ہیں۔

تُتْلٰی عَلَیْکُمْ ......التلاوۃ......تَخْتَصُّ بِاِتِّبَاعِ کُتُبِ اللّٰہِ الْمُنَزِّلَۃِ اللہ تعالیٰ کی نازل فرمودہ کتابوں کے اتباع اور قراءت کو تلاوت کہا جاتا ہے۔ تلاوت خاص ہے قرآن مجید کی قراءت سے، کسی دوسری کتاب یا خط کے پڑھنے کو قراءت کہہ سکتے ہیں لیکن اس کے پڑھنے کو تلاوۃ نہیں کہیں گے...... چناں چہ تَلَوْتُ رُقْعَتَکَ نہیں کہیں گے ہاں قَرَأْتُ رُقْعَتَکَ کہہ سکتے ہیں۔

وَمَن یَّعْتَصِمْ بِاللّٰہ ......جو شخص اللہ تعالیٰ کی رسّی کو مضبوطی سے پکڑتا ہے، یعنی قرآن مجید کو۔ جیسے کہا جاتا ہے **اعصم بہ واعتصم** اور **تمسک واستمسک** جب وہ اس کے ساتھ چمٹ جائے، اور غیر کو چھوڑ کر اسے

مضبوطی سے پکڑ لے،اور اِعْتَصَمْتُ فُلَانًا یعنی میں نے اس کے لیے وہ تیار کیا جسے وہ مضبوطی سے پکڑ سکتا ہے اور ہر وہ جو کسی شے کو مضبوطی سے پکڑنے والا ہو وہ **معصم** اور **معتصم** ہے۔

نزولِ آیات کا پس منظر:

ان آیات کا پس منظر یہ ہے کہ انصارِ مدینہ کے دو قبیلے اوس اور خزرج قبل از اسلام آپس میں دشمن قبیلے تھے، معمولی معمولی بات پر دونوں قبیلوں کے درمیان جنگ چھڑ جاتی تھی،خون ریزی کا وہ بازار گرم ہوتا تھا کہ برسوں ٹھنڈا نہ پڑتا۔''بعاث'' کی مشہور جنگ ایک سو بیس سال تک برپا رہی تھی۔صحرائے عرب میں اسلام کا آفتاب طلوع ہوا تو ان قبائل کی قسمت کا ستارہ بھی چمک اٹھا۔اسلام کی مبارک تعلیمات اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبتِ کیمیا اثر نے باہم دست وگریباں قبیلوں کو آپس میں شیر وشکر کر دیا اور ان میں ایسے مضبوط تعلقات قائم ہوئے کہ رشکِ زمانہ ٹھہرے۔یہودِ مدینہ کو ان دونوں قبائل کا آپس میں مل بیٹھنا ایک آنکھ نہ بھایا،ایک اندھے یہودی شماس بن قیس نے کسی فتنہ پرور شخص کو ایسی مجلس میں جہاں دونوں قبائل کے افراد مل بیٹھتے تھے،بھیجا تا کہ وہاں اوس وخزرج کی پرانی جنگوں کا تذکرہ چھیڑ دے، چناں چہ اس نے مناسب موقع پا کر جنگِ بعاث کی یاد تازہ کرنے والے اشعار سنانے شروع کر دیتے۔اشعار کا سننا تھا کہ بجھی ہوئی چنگاریاں دوبارہ سلگ اٹھیں، زبانی جنگ سے گزر کر ہتھیاروں کا استعمال ہونے ہی والا تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جماعت صحابہ کو ہمراہ لیے موقع پر پہنچ گئے،آپ نے فرمایا:

''اے گروہِ مسلمین! اللہ سے ڈرو میں تم میں موجود ہوں پھر یہ جاہلیت کی پکار کیسی؟ اللہ تعالیٰ نے تمہیں ہدایت دی،اسلام سے مشرف کیا، جاہلیت کی تاریکیوں کو محو فرما دیا، کیا تم دوبارہ انہی کفریہ خیالات واعمال کی طرف لوٹ جانا چاہتے ہو،جن سے نکل کر آئے تھے؟''

اس پیغمبرانہ آواز کا سننا تھا کہ شیطانی جال کے تمام حلقے ایک ایک کر کے ٹوٹ گئے اور اوس وخزرج نے اپنے اپنے ہتھیار پھینک کر ایک دوسرے کو گلے لگا لیا، سب نے سمجھ لیا کہ ان کے دشمنوں کی فتنہ انگیزی تھی، لہٰذا انہیں اپنے دشمنوں سے ہمیشہ ہوشیار رہنا چاہیے۔مذکورہ بالا آیات اس واقعے کے حوالے سے نازل ہوئیں جوامت کو آج بھی ہدایت ربانی سے مستفید کر رہی ہیں۔

یہاں ایک بات سمجھنے کی ضرورت ہے کہ قرآن مجید کی ہدایت ورہنمائی کسی خاص زمانے یا خاص طبقے کے لیے نہیں بلکہ اس کی ہدایت تا قیامِ قیامت بنی نوع انسان کے ہر طبقے کے لیے ہے، خیر القرون کا دور ہو، عہدِ وسطیٰ کا یا آج کا دور ہو قرآنی تعلیمات ہر دور میں ذریعہ ہدایت ورہنمائی ہیں، برسبیل تذکرہ ایک بات عرض کرنے کو دل چاہتا ہے کہ قرآن مجید کے حوالے سے ہمارا عمومی چلن نہایت عجیب سا ہے، ہم لوگ اس کتاب کی عظمت کے قائل ہیں،

اسے ہدایت ورہنمائی کا ذریعہ مانتے ہیں، اللہ کی سچی اور آخری کتاب جانتے ہیں، اسے بیش قیمت جزدانوں میں سجا کر رکھتے ہیں، آخرت میں اپنی بخشش کے لیے اپنے بچوں کو اس کا حافظ بناتے ہیں مگر قرآن ہمیں کیا کہتا ہے؟ اپنے ساتھ کس قسم کے تعلق کا طالب ہے؟ اس کے احکام وفرامین کس نوعیت کے ہیں؟ یہ سب جاننے اور ماننے کی طرف ہمارا دھیان نہیں جاتا، بلکہ یوں محسوس ہوتا ہے ہم بالقصد اس سے اعراض کا وطیرہ اپنائے ہوئے ہیں اور اس چشمۂ صافی سے ہدایت حاصل کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے حال پر رحم فرمائے۔ آمین۔

مذکورہ بالا دونوں آیتوں میں تین باتوں کا ذکر ہے۔

۱۔ کفار کی اطاعت مت کرو، ورنہ وہ تمہیں بددین کردیں گے۔

۲۔ کتاب اللہ اور

۳۔ سنت رسول اللہ کو مضبوطی سے پکڑے رہو۔

اس لیے کہ زمانۂ امن ہو یا شر و فتنے کا دور ہو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ہی ایک مسلمان بندے کو دین پر استقامت کا ذریعہ بنتی ہیں۔

وَكَيْفَ تَكْفُرُوْنَ وَاَنْتُمْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ آيَاتُ اللّٰهِ وَفِيْكُمْ رَسُوْلُه : آیت میں اس بات پر تعجب کا اظہار کیا گیا ہے، کہ ''تم کیوں کر کفر اختیار کرتے ہو؟ حالاں کہ تم پر اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھی جارہی ہیں اور تم میں رسول بھی موجود ہیں۔''

تُتْلٰى عَلَيْكُمْ اٰيٰتُ اللّٰهِ کا مطلب تو واضح ہے کہ قرآن مجید جو کتاب ہدایت ہے اس کی آیات پڑھی پڑھائی جارہی ہیں، مسلمان قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں، اسے نماز میں پڑھتے ہیں، امام صلوٰۃ کی قراءت سنتے ہیں اور اس طرح اہل ایمان اپنی سعادت و نیک بختی کے جواہر چُن چُن کر سمیٹ رہے ہیں۔

وَفِيْكُمْ رَسُوْلُه کا مطلب یہ ہے کہ جب تمہارے درمیان اللہ کے رسول موجود ہیں تو تفرقہ وانتشار کی باتیں کیوں؟ حالاں کہ تم پر اللہ کی آیات پڑھی جاتی ہیں اور تم ان سے ہدایت حاصل کرتے ہو اور پھر سب سے بڑی بات یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بہ نفسِ نفیس موجود ہیں، علماءِ تفسیر نے اس کا ایک اور مطلب یوں بیان فرمایا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بہ نفسِ نفیس اگرچہ اب اس دنیا میں موجود نہیں لیکن آپ کی احادیث، مبارک تعلیمات، سیرت، اسوہ وقدوہ محفوظ و موجود ہیں۔ ان دونوں (قرآن وسنت) کے ہوتے ہوئے کسی مسلمان کا بے راہ رو ہونا اور کفار و مشرکین کی باتوں میں آنا اور ان کی چالوں میں الجھ جانا تعجب خیز ہی کہلائے گا۔ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ایسا آدمی قرآن وحدیث اور ضروریاتِ دین سے واقف ہی نہیں۔

آیاتِ بالا اگر چہ یہود کی شرارت کے پس منظر میں نازل ہوئی ہیں مگر اُوْتُوا الْکِتٰبَ کی تعمیم میں نصاریٰ بھی شامل ہیں۔ یہود و نصاریٰ کی اہل اسلام سے دشمنی ڈھکی چھپی نہیں ہے۔ یہ دونوں گروہ مسلمانوں سے بغض و عداوت رکھتے ہیں اور ان کے در پے آزار رہتے ہیں، اس لیے متنبہ فرما دیا گیا ہے کہ اللہ کے ان باغیوں سے کسی قسم کا علاقہ نہیں رکھنا ہے، کیوں کہ وہ یہی چاہتے ہیں کہ تم تکلیف اور نقصان میں مبتلا رہو۔ ان کفار کو جب بھی کوئی موقع ملتا ہے تو یہ نقصان پہنچانے سے باز نہیں آتے ہیں، اس لیے انہیں اپنا راز دار اور دوست مت بناؤ، ہمیشہ ان سے چوکنے رہو۔ دیکھیے ایک طرف تو قرآن پاک کی یہ تعلیمات ہیں اور دوسری طرف ہمارے اپنے لوگوں میں ایسے ہیں جو کفار و مشرکین کے آلہ کار ہیں، اہلِ ایمان کو تکلیف دینے، نقصان پہنچانے، ان کی جاسوسی کرنے اور انہیں قتل کرنے سے باز نہیں آتے، ہماری حکومتیں بھی کفار کے سامنے جھکی چلی جاتی ہیں۔ قرآنِ مجید میں اس بات کو بار بات سمجھایا گیا ہے اور اس بات کو مختلف پیرایوں میں بیان کیا گیا ہے، ایک جگہ ارشاد ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِيْعُوا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَرُدُّوْكُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ (۱۴۹، آل عمران)

''اے ایمان والو! اگر تم کا کہا مانو گے تو وہ تمہیں الٹے پاؤں پھیر دیں گے، پس تم نقصان میں جا پڑو گے۔''

دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَ مَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ج وَ هُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ (۸۵، آل عمران)

''اور جو کوئی اسلام کے سوا کوئی دوسرا دین پسند کرے تو وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ آخرت میں خسارہ پانے والوں میں سے ہوگا۔''

قرآن ہمیں کفار سے تعلقات قائم کرنے کی بجائے ان کی مزاحمت کرنے کا حکم دیتا ہے چناں چہ ارشاد ہے:

فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَ جَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا (الفرقان،۵۲)

''پس ہرگز نہ کافروں کی فرماں برداری کرو اور ان سے جہاد کرو جہادِ کبیر'' جہادِ کبیر قتال ہے، یہ مزاحمت کا اعلیٰ ترین درجہ ہے، اس سے پہلے چھوٹے درجات خود بخود آ گئے۔ مزاحمت کا یہ عمل صرف میدانِ جنگ میں مطلوب نہیں بلکہ تہذیب و ثقافت، روایت، معاشرت، تجارت و معیشت، عبادات و معاملات غرض ہر شعبہ زندگی میں مطلوب ہے۔ آج جو لوگ اعتدال پسندی اور روشن خیالی کے نام پر پوری امت کو یہود و نصاریٰ کے شانہ بشانہ کھڑا ہونے کی تلقین کرتے ہیں۔ ''عالمی تہذیب'' کو بطور معاشرت اور طرزِ حیات قبول کرنے کا مشورہ دیتے ہیں، اپنی پالیسیوں کو کفار کی منشاء کے مطابق ترتیب دے رہے ہیں، مظلوم و مقہور مسلمانوں کی داد رسی کی بجائے انہی کے خلاف

کارروائیاں کررہے ہیں، ان کا ٹھکانہ قرآن وحدیث کی روشنی میں متعین کیا جاسکتا ہے۔

ومن یعتصم باللہ الخ۔ اعتصام سے مراد ہے تھامنے مضبوط پکڑنے کے، سو اللہ کو مضبوطی سے پکڑنے سے مراد اس کی کتاب کو مضبوط پکڑنا، اس پر پختگی کے ساتھ ایمان لانا، اس کے احکام واوامر کی تعمیل وپیروی کرنا، اس وحدہ لاشریک پر دلی بھروسہ اور اعتماد کرنا ہے۔ نیز نرم وگرم اور مخالف وموافق حالات سے بے نیاز رہتے ہوئے احکامِ الٰہی کو اپنائے رکھنا یہ اعتصام باللہ ہے۔ یہی طریقہ ہے جادۂ استقامت پر استوار اور ثابت قدم رہنے کا!

یادرکھنا چاہیے کہ ہمارے لیے اول وآخرت کتاب اللہ، سنت رسول اللہ ہی ہدایت کا ذریعہ ہیں۔ ان کی ہدایت و رہنمائی تا قیامِ قیامت ہے، یہ کبھی فرسودہ ہونے والی چیز نہیں، ہمیں انہی دو چیزوں کو **عضوا علیھا بالنواجذ** کے مصداق مضبوطی سے پکڑنا ہے۔ آج اگر کفار ومنافقین کی باتوں میں لگ کر کفر وشرک کے لیے اپنے اندر لچک پیدا کرلیں تو یقینی طور پر ہم اپنی راہ کھوٹی کرلیں گے اور صراطِ مستقیم سے دور جاپڑیں گے۔

قرآن وحدیث میں متعدد جگہ تمسک بالکتاب والسنۃ کی تاکید آئی ہے، مسلمانوں کی کامیابی اللہ و رسول کی اطاعت میں رکھی گئی ہے تاکہ کفار کی خوشنودی حاصل کرنے میں، زیر درس آیات میں صاف بتادیا گیا ہے کہ جو شخص کفار کی اطاعت وخوش نودی کی فکر میں لگا رہے گا وہ دین وہدایت کی نعمت کھو بیٹھے گا، ہاں وہ شخص جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مضبوطی سے پکڑے رکھے گا، وہ سیدھے راستے پر گامزن رہے گا اور کامیابی اس کی منزل ہوگی۔ ارشاد ہے:

وَ مَنۡ یُّطِعِ اللّٰہَ وَ رَسُوۡلَہٗ فَقَدۡ فَازَ فَوۡزًا عَظِیۡمًا (الاحزاب، ۷۱)

''جس نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی تو اسے بڑی کامیابی ملی۔''

سو اعتصام بکتاب اللہ راہِ حق وہدایت سے سرفرازی، اس پر استقامت وثابت قدمی دشمنوں سے حفاظت کا ذریعہ ہے۔ پس اس کا تقاضا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ آیات اور اس کی ارشاد فرمودہ ہدایت کو حرزِ جان بنایا جائے اور تمام مشکلوں کے باوجود اس کو مضبوطی سے تھاما جائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن وحدیث کے منشاء کو صحیح طور پر سمجھنے اور اس کے مطابق زندگیوں کو استوار کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین یارب العالمین۔)



سلام کرنے کے آداب اور فضیلت

مولانا حافظ فضل الرحیم اشرفی مدظلہم
رکن مجلس عاملہ وفاق المدارس العربیہ

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ جب تک تم ایمان نہ لاؤ جنت میں داخل نہیں ہو سکتے اور تم ایمان نہیں لاؤ گے جب تک کہ آپس میں محبت نہ کرو، کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتلاؤں کہ جب تم وہ کرو تو آپس میں محبت کرنے لگو، فرمایا کہ تم اپنے درمیان سلام کو پھیلاؤ۔'' (مسلم)

شریعت اسلامی میں سلام سے مراد وہ کلمات ہیں جو دو مسلمان ملاقات کے وقت کہتے ہیں۔ایک شخص السلام علیکم اور دوسرا وعلیکم السلام کہتا ہے۔یعنی پہلا شخص کہتا ہے آپ پر سلامتی ہو اور دوسرا جواب میں کہتا ہے اور آپ پر بھی سلامتی ہو۔اس دعائیہ کلمہ کا آغاز حضرت آدم علیہ السلام سے ہوا۔جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو آدم علیہ السلام کو حکم دیا کہ فرشتوں کو سلام کریں۔پھر فرشتوں نے سلام کا جواب بھی دیا۔اس کے بعد حضرت آدم علیہ السلام اللہ رب العزت کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہی تمہارا اور تمہاری اولاد کا سلام ہے۔چنانچہ بعد میں تمام انبیاء کرام علیہم السلام کا سلام یہی رہا۔زمانہ اسلام سے پہلے عرب کے لوگ سلام کرنے کے لیے مختلف الفاظ استعمال کرتے تھے۔کچھ لوگ حیاک اللہ کہتے، کچھ انعم صباحاً کہتے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ الفاظ ختم کروادیئے اور السلام علیکم کے وہ الفاظ جاری فرمائے جن کی تعلیم اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو دی تھی۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ السلام علیکم کے الفاظ ملاقات کے وقت استعمال کرنا شعائر اسلام یعنی اسلام کی نشانیوں میں سے ہے۔لہٰذا اگر کوئی ملاقات کے وقت صبح بخیر، شب بخیر یا گڈ مورننگ یا آداب وغیرہ کے الفاظ اختیار کرے تو اس سے سلام ادا نہیں ہوتا اور نہ اُسے سلام کہتے ہیں۔چونکہ السلامُ علیکم کہنا اسلام کی نشانی ہے اس لیے کافر کو ملتے وقت السلامُ علیکم نہیں کہیں گے بلکہ اَلسَّلامُ عَلٰی من اتّبَعَ الْھُدٰی کہیں گے جس کا مطلب ہے کہ اُس شخص پر

سلامتی ہو جو ہدایت کی پیروی کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کفار سے خط و کتابت کے وقت اسی انداز میں سلام لکھواتے تھے۔

سلام کرنے کے بارے میں یہ بات ضرور ذہن میں رکھنی چاہیے کہ ہر مسلمان سے ملاقات کے وقت سلام کرنا سنت ہے لیکن کوئی سلام کرے تو اس کا جواب دینا واجب ہے۔ عام طور پر معاشرہ میں یہ عادت نظر آتی ہے کہ جب ہم کسی کو سلام کریں السلام علیکم، تو جواب میں دوسرا شخص بھی یہی کہتا ہے السلام علیکم، اس طرح کرنے سے دوسرے شخص کے ذمہ سے واجب ادا نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس نے بھی پہلے شخص کے انداز میں سلام کر دیا حالانکہ اسے سلام کا جواب اس طرح دینا چاہیے تھا وعلیکم السلام۔

ارشاد باری ہے: وَاِذَا حُیِّیْتُمْ بِتَحِیَّةٍ فَحَیُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَا اَوْرُدُّوْهَا

یعنی جب تمہیں سلام کیا جائے تو تم اس کا اس سے اچھا جواب دو یا کم از کم اس کا جواب ہی دے دو اچھا جواب دینے کا مطلب یہ ہے کہ اگر پہلا شخص صرف السلام علیکم کہے تو آپ جواب میں وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ کہہ دیجیے۔

سلام کے آداب بیان فرماتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سلام میں پہل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ سوار شخص پیدل چلنے والے کو سلام کرے، کھڑا ہوا بیٹھے ہوئے کو اور گزرنے والا بیٹھے ہوئے کو سلام کرے چھوٹا بڑے کو سلام کرے اور جب کوئی شخص راستہ میں بیٹھا ہو تو اُسے چاہیے کہ ہر سلام کرنے والے کا جواب دے، جب کوئی شخص گھر میں داخل ہو تو سلام کرے اور جب باہر آئے تو سلام کر کے آئے، ہر واقف اور ناواقف کو سلام کریں۔ لیکن اگر کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہو یا تلاوت کر رہا ہو یا کھانے میں مشغول ہو یا قضائے حاجت کر رہا ہو یا نہا رہا ہو تو اُسے سلام نہ کرنا چاہیے۔ اگر آنے والا سلام کرے تو ایسے شخص کو جواب نہ دینا چاہیے۔

ایک اور بات عام طور پر دیکھنے میں آئی ہے کہ جب کوئی شخص کسی کمرہ میں داخل ہونا چاہتا ہے تو پہلے پوچھا جاتا ہے کہ کیا میں اندر آ سکتا ہوں؟ پھر اندر آ کر سلام کرتے ہیں حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ تعلیم دی کہ جب کوئی شخص کسی کے ہاں جائے تو پہلے سلام کرے پھر پوچھے کیا میں اندر آ سکتا ہوں؟ اگر ہم اس ہدایت پر تھوڑی سی توجہ کے ساتھ عمل کرنا شروع کر دیں تو ہمیں سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرنے کا ثواب بھی مل جائے گا۔ اور ہمارا اسلامی طریقہ بھی رائج ہو جائے گا۔

اللہ رب العزت ہمیں ان تمام آداب کو مدِنظر رکھ کر سلام کرنے کی توفیق عطا فرمائے تاکہ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ہمارے اندر آپس میں محبت پیدا ہو جائے اور ہم سچے مسلمان بن جائیں۔

تذکیر و موعظت

زبان کی آفتیں

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

انسان جتنے کام یا کلام کرتا ہے بظاہر اس کی تین قسمیں ہیں:

1۔مفید: جس میں کوئی دین یا دنیا کا فائدہ ہو۔

2۔مضر: جس میں دین یا دنیا کوئی نقصان ہو۔

3۔نہ مفید نہ مضر: جس میں نہ کوئی فائدہ ہو نہ نقصان۔

اس تیسری قسم کو حدیث میں لایعنی کے لفظ سے تعبیر فرمایا گیا ہے لیکن جب ذرا غور سے کام لیا جاوے تو واضح ہو جاتا ہے کہ یہ تیسری قسم بھی درحقیقت دوسری قسم یعنی مضر میں داخل ہے۔

گالی گلوچ کرنا:......گالی اور فحش کلامی سے مراد یہ ہے کہ ایسے کام جن کے اظہار سے آدمی شرماتا ہو، ان کو صریح اور کھلے الفاظ سے ظاہر کرنا۔ پھر اگر وہ واقع کے مطابق اور صحیح ہو تو ایک گناہ گالی دینے کا ہے اور اگر واقعہ کے خلاف ہو تو دوسرا گناہ بہتان و افترا کا بھی ہے۔ جیسے کسی شخص یا اس کی ماں بہن کی طرف کسی فعلِ حرام کی نسبت کرنا۔

حدیث شریف میں ہے کہ: ''مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اس سے قتال کرنا کفر ہے''۔ (بخاری و مسلم)

لعنت کرنا:......لعنت کے معنی ہیں کسی کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور یا غضب و قہر میں مبتلا یا دوزخی کہنا یا بطور بددعا کے یہ کہنا کہ اس کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے دور کردے یا اس پر غضب الٰہی نازل ہو یا دوزخ میں جائے وغیرہ۔ حدیث شریف میں ہے کہ: ''جس شخص پر لعنت کی جاتی ہے، اگر وہ لعنت کا مستحق نہیں ہوتا تو وہ لعنت اس کے کہنے والے پر لوٹتی ہے۔'' اور فرمایا کہ: ''مؤمن پر لعنت کرنا ایسا گناہ ہے جیسے اس کو قتل کردیا'' (بخاری و مسلم)

لعنت کرنا جیسے کسی مسلمان پر جائز نہیں کسی جانور اور معین کافر پر بھی جائز نہیں۔

دل لگی و تمسخر کرنا:......تمسخر کے معنی یہ ہیں کہ کسی کی اہانت و تحقیر اور اس کے عیب کا اظہار اس طرح کیا جائے جس سے لوگ ہنسیں یا دل لگی کرنا جس سے دوسرے کو ایذا پہنچے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''جو لوگ دوسرے لوگوں کا مذاق اڑاتے ہیں، آخرت میں ان کے لیے جنت کا دروازہ کھولا جائے اور اس کی طرف بلایا جائے گا، جب وہ سرکتا سکتا ہوا وہاں تک پہنچے گا تو بند کردیا جائے گا، اسی طرح برابر جنت کے دروازے کھولے اور بند کیے جائیں گے، یہاں تک کہ وہ مایوس ہو جائے اور بلانے پر دروازہ جنت کی طرف نہ جائے گا''۔

بعض لوگ ناواقفیت یا غفلت سے تمسخر کو مزاح (خوش طبعی) میں داخل سمجھ کر اس میں مبتلا ہو جاتے ہیں، حالانکہ

دونوں میں بڑا فرق ہے۔ مزاحِ جائز جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، اس کی شرط یہ ہے کہ اس میں کوئی بات خلافِ واقعہ زبان سے نہ نکلے اور کسی کی دل آزاری نہ ہو اور وہ بھی مشغلہ اور عادت نہ بنے، کبھی کبھی اتفاقاً ہو جائے اور جس تمسخر میں مخاطب کی دل آزاری یقینی ہے وہ باجماع حرام ہے اس کو مزاحِ جائز میں داخل سمجھنا گناہ بھی ہے اور جہالت بھی۔

چغل خوری:...... کسی کا عیب یا ایسا قول وفعل جس کو وہ چھپانا چاہتا ہے، دوسروں پر ظاہر کرنا چغلی ہے۔ چغلی کھانا گناہ کبیرہ ہے۔ پھر اگر وہ عیب واقعی اور صحیح بات ہے تو صرف چغلی کا گناہ ہوگا اور اگر واقعہ کے خلاف ہے یا اپنی طرف سے اس میں کچھ کمی یا زیادتی کی یا برے عنوان، برے طرز سے نقل کیا تو افترا و بہتان بھی ہے جو مستقل کبیرہ گناہ ہے اور جس کی طرف سے چغلی کی گئی ہے اگر اس کے کسی عیب کا اظہار ہے تو غیبت بھی ہے جو تیسرا گناہِ کبیرہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''جو چغلی لے کر ادھر سے ادھر جاتے ہیں پھر دوستوں میں باہم فساد ڈلواتے ہیں اور جو بے قصوروں کے عیب ڈھونڈتے ہیں، بدترین انسان ہیں۔'' اور فرمایا: ''چغل خور جنت میں نہیں جائے گا، چغلی عذابِ قبر ہے۔'' (بخاری)

کذب (جھوٹ):...... (خلاف واقعہ بات کہنا کذب ہے)، بے تحقیق کسی بات کا نقل کرنا اور سنی سنائی بات کو بدوں تحقیق کے فوراً زبان سے نکال دینا بھی گناہ ہے۔ (انفاس عیسی: 185)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جھوٹ بولنے سے بچو کہ جھوٹ اور فجور ساتھ ساتھ ہیں اور یہ دونوں جہنم میں ہیں۔'' اور فرمایا: ''جھوٹی شہادت تین مرتبہ شرک کے برابر ہے۔'' (نسائی، ابن ماجہ، ابوداؤد و ترمذی)

غیبت:...... کسی کے پیٹھ پیچھے اس کی ایسی بات کہنا کہ اگر وہ سنے تو اس کو ناگوار ہو، اگرچہ وہ بات اس کے اندر موجود ہی ہو اور اگر وہ بات اس میں نہیں تو وہ غیبت سے بڑھ کر بہتان ہے۔ اسی طرح کسی کی نقل اتارنے سے مثلاً آنکھ دبا کر دیکھنا، لنگڑا کر چلنا بھی (غیبت ہے) بلکہ یہ زیادہ برا ہے۔

غیبت کا مذموم ہونا (قرآن اور حدیث سے) ظاہر ہے، اس کی مضرت دین و دنیا میں ہے۔ دنیا کی مضرت تو یہ ہے کہ اس سے باہمی تشویش و نااتفاقی ہوتی ہے، آپس میں فساد ہو جاتا ہے اور دین کی مضرت یہ ہے کہ قیامت کے دن غیبت کرنے والے کی نیکیاں اس کو مل جائیں گی، جس کی غیبت کی تھی اور وجہ اس کی یہ ہے کہ غیبت حق العبد ہے، جب وہ معاف کرے گا تب معاف ہوگا۔

مدح سرائی:...... حدیث میں آیا ہے کہ ایک شخص نے مجمع میں اپنے دوست کی تعریف کی تو رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''تم نے اپنے دوست کی گردن کاٹ دی۔'' مطلب یہ ہے کہ اس کے نفس میں خود پسندی و بڑائی پیدا کر کے اس کو ہلاک کر دیا۔ دوم اپنی تعریف سن کر نفس پھولتا ہے اور اعمالِ خیر میں سست پڑ جاتا ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ ''مسلمان بھائی کو کند چھری سے ذبح کر دینا اس سے بہتر ہے کہ اس کے منہ پر اس کی تعریف کی جائے''۔ اس لیے کہ ممدوح مغرور ہو جاتا ہے اور اپنے نفس کو قابلِ تعریف سمجھنے لگتا ہے، حالانکہ یہ اس کی ہلاکت و تباہی کی جڑ ہے۔ (بقیہ صفحہ نمبر: ۵۴)

’’صحیح بخاری‘‘ کے ’’تراجمِ ابواب‘‘ سے متعلق چند اُصول

افادات شیخ الحدیث مولانا محمد یونس جونپوری رحمہ اللہ

ترجمہ وتدوین: مولانا محمد یاسر عبداللہ، استاذِ جامعہ

(گزشتہ سے پیوستہ)......(۶) (عرب) قوم کے آداب کے ساتھ بھی ترجمہ قائم کرتے ہیں، مثلاً: ’’**باب من برک**‘‘ (۱۰۰)، ’’**باب من قعد**‘‘(۱۰۱)اور’’ **باب من رفع صوته بالعلم**‘‘(۱۰۲)۔

(۷) ترجمہ سے تاریخی واقعہ کی جانب بھی اشارہ فرماتے ہیں، جیسے: ’’**باب ذکر قحطان**‘‘ (۱۰۳)اور’’ **باب قصة زمزم**‘‘۔(۱۰۴)

(۸) کسی مسئلہ کا ترجمہ لاتے ہیں اور پھر فائدہ پر تنبیہ کی غرض سے ضمنی مسئلہ بھی لاتے ہیں، گویا باب دَر باب ہوتا ہے، اس کے کئی نظائر ’’**کتاب بدء الخلق**‘‘ میں ہیں، اور ’’کتاب بدء الخلق‘‘ کے علاوہ بھی بہت سے مقامات پر ایسے تراجم آئے ہیں۔

(۹) کبھی کسی خاص فائدہ پر تنبیہ کے لیے ایسا ترجمہ بھی لاتے ہیں، جس کا زیادہ فائدہ نہیں ہوتا، جیسے: ’’**باب قول الرجل: فاتتنا الصلاة**‘‘ (۱۰۵)، اس موقع پر ان لوگوں کی تردید مقصود ہے جو یہ کہنا پسند نہیں کرتے۔ یہ نکتہ حافظ ابن دقیق العید رحمہ اللہ نے ’’شرح العمدۃ‘‘ (ج:۱،ص:۶۴) میں ذکر کیا ہے۔(۱۰۶)

(۱۰) بسا اوقات مخالف پر رد کے لیے ترجمہ لاتے ہیں، جیسا کہ حافظ ابن دقیق العید رحمہ اللہ (ج:۱،ص:۶۴) نے ذکر کیا ہے۔(۱۰۷)

(۱۱) کبھی کسی مشکل کی وضاحت کے لیے ترجمہ قائم کرتے ہیں، جیسے: ’’**باب ترک الحائض الصوم**‘‘ (۱۰۸)، چونکہ روزہ میں طہارت شرط نہیں اس بنا پر اشارہ فرمایا کہ یہ ’’حکمِ تعبّدی‘‘ ہے۔

(۱۲) حکم کی ابتداء ذکر کرنے کے لیے ترجمہ لاتے ہیں، جیسے: ’’**باب بدء الوحی**‘‘ (۱۰۹)، ’’**باب بدء الحیض**‘‘ (۱۱۰)، ’’ **باب بدء الأذان**‘‘ (۱۱۱)، ’’ **باب بدء السلام**‘‘ (۱۱۲)اور ’’**کتاب بدء الخلق**‘‘ (۱۱۳)، ایسے تراجم، امام موصوف کے علاوہ امام عبدالرزاق اور امام ابوداود رحمہما اللہ کے ہاں بھی پائے جاتے ہیں۔

(۱۳) کبھی اس انداز سے ترجمہ لاتے ہیں کہ مختلف روایات کے درمیان جمع وتطبیق ہو جائے، مثلاً: ”**باب لا تستقبل القبلة بغائط أو بول إلا عند البناء جدار و نحوه**“(۱۱۴)،اس ترجمہ میں حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کی مطلقاً ممانعت پر مبنی حدیث اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی اباحت وجواز پر مشتمل روایت کے درمیان پہلی روایت کو صحرا و بیابان پر اور دوسری روایت کو حائل پر محمول کر کے تطبیق دی ہے۔اسی طرح ”**باب یعذّب المیّت ببعض بکاء أهله علیه**“(۱۱۵)۔

(۱۴) کبھی ایسے الفاظ کے ساتھ ترجمہ قائم کرتے ہیں کہ جن کا ظاہر مقصود نہیں ہوتا، جیسے: ”**باب من أدرک رکعة من العصر قبل الغروب**“۔(۱۱۶)

(۱۵) دو یا دو سے زیادہ امور کا ترجمہ لاتے ہیں اور ان میں سے بعض سے متعلق حدیث اس نکتہ کی جانب اشارہ کے لیے لے آتے ہیں کہ جن امور کی دلیل ذکر نہیں کی، وہ ثابت نہیں، مثلاً: ”**باب الصلاة قبل الجمعة وبعدها**“(کذا)(۱۱۷) کا ترجمہ قائم کرنے کے بعد (حدیث لاکر) قبلیّت کی نفی فرما دی، یہ نکتہ حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے بیان فرمایا ہے۔(۱۱۸)

(۱۶) کئی امور کا ترجمہ اس بات کی طرف اشارہ کرنے کے لیے لاتے ہیں کہ (اس مسئلہ کے متعلق) ان کے پاس حدیث ہے، جیسے: ”باب التقاضي والملازمة في المسجد“(۱۱۹)۔

(۱۷) دو یا زیادہ امور کا ترجمہ قائم کرتے ہیں اور اپنے علاوہ کسی اور (محدث) کے ہاں موجود حدیث کی جانب اشارہ کرتے ہیں، جیسے: ”**باب کنس المسجد والتقاط الخِرَق**“(۱۲۰)۔

(۱۸) ترجمہ ذکر کرتے ہیں اور جانبین کے دلائل کی جانب اشارہ کے لیے اس کے تحت مختلف احادیث ذکر کرتے ہیں۔

(۱۹) کبھی شرط کے ساتھ یوں ترجمہ قائم کرتے ہیں، ”**إذا کان کذا**“ یا اس جیسے الفاظ اور پھر جواب ذکر کرتے ہیں:

۱: اکثر و بیشتر مرفوع حدیث سے جواب لاتے ہیں، جیسے: ”**باب إذا وهب هبة فقبضها الآخر ولم یقل: قبلت**“ (ص:۳۵۴)(۱۲۱)، ”**باب إذا وهب جماعة لقوم**“(ص:۳۵۵)(۱۲۲) ”**باب إذا أعتق عبداً بین اثنین أو أمة بین شرکاء**“(۱۲۳)،اور ”**باب إذا کسر قصعة أو شیئاً لغیره**“(ص:۳۳۷)(۱۲۴)

۲: کبھی آثار سے جواب لاتے ہیں، جیسے: ”**باب إذا أقرضه إلیٰ أجل مسمّی**“ ،اور اس کے بعد لکھا: ”**وقال ابن عمر في القرض إلی أجل: لابأس به.**“(ص:۳۲۳)(۱۲۵)

”**باب هل تُکسَر الدِنان وإن کسر صنمًا أو صلیبًا و طنبورًا و ما لاینتفع بخشبه؟**“ آگے رقمطراز ہیں: ”**وأتی شریح في طنبور کُسِر، فلم یقض فیه بشيء**“ (ص:۳۳۶)(۱۲۶)اور ”**باب إذا وهب**

ديناً على رجل" ۔آگے لکھتے ہیں: "قال شعبة عن الحكم: هو جائز" ۔(مسئلہ میں)اختلاف کی صورت میں سلف کی زبانی جواب لاکر یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ میرا اختیار کردہ قول ہی سلف کے ہاں معمول بہ ہے۔(ص:۳۵۴)(۱۲۷)

۳:کبھی صراحۃً جواب لاتے ہیں،مثلاً:"باب إذا وقف أرضًا ولم يبيّن الحدود فهو جائز" اور "باب إذا وقف جماعة أرضاً مشاعاً فهو جائز" (ص:۳۸۸)(۱۲۸)،"باب إذا وكّل المسلم حربيًّا في دار الحرب و دار الإسلام جاز" (ص:۳۰۸)(۱۲۹)اور"باب إذا اعتق نصيباً في عبد، وليس له مال استُسعِيَ العبد غيرَ مشقوق عليه على نحو الكتابة"(ص:۳۴۳)(۱۳۰)

حافظ ابن دقیق العید رحمہ اللہ،''شرح العمدۃ''(ص:۲۴)میں رقمطراز ہیں:

''اصحابِ تصانیف،احادیث سے مستنبط معانی کی جانب اشارہ کے لیے ان پر جو تراجم قائم کرتے ہیں،ان کے تین مرتبے ہیں:

(۱)بعض تراجم،مرادی معنی پر دلالت میں ظاہر،واضح اور مطلوبہ فوائد کے حامل ہوتے ہیں۔

(۲)بعض مراد پر دلالت میں خفی،بعید اور غیر مناسب ہوتے ہیں،تکلف کے بغیر چل نہیں پاتے۔

(۳)بعض تراجم،مراد پر دلالت میں واضح ہوتے ہیں،لیکن ان کا فائدہ قلیل ہوتا ہے،انہیں بھی مستحسن کہنا دشوار ہے،مثلاً:امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمہ لایا ہے:"باب السواك عند رمي الجمار." (كذا في مقالة الشيخ وكتاب ابن دقيق العيد، ولم أطلع عليه في الصحيح، ولعلهٗ: باب السؤال والفتيا عند رمي الجمار، والله أعلم)

یہ تیسری قسم'جس کا فائدہ ظاہر نہیں ہوتا'اس صورت میں مستحسن ہو جاتی ہے،جب مراد میں کوئی ایسا معنی موجود ہو جو خصوصی تذکرہ کا متقاضی ہو،جبکہ بادی النظر میں اس معنی پر اطلاع نہ ہونے کی بنا پر وہ ترجمہ مستحسن نہیں لگتا۔

ا:پھر کبھی اس کا سبب مسئلہ میں کسی ایسے مخالف پر رد ہوتا ہے جس کا قول مشہور نہ ہو،جیسے:امام بخاری رحمہ اللہ نے ایک ترجمہ قائم کیا ہے:"باب قول الرجل: ما صلّينا"؛کیونکہ بعض حضرات سے یوں کہنے کی کراہت منقول ہے،امام موصوف نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان "اِنْ صلّيتُها"(صحیح مسلم)یا"ماصلّيتُها" (صحیح بخاری)سے قائل پر رد فرمایا ہے۔

۲:کبھی اس کا سبب لوگوں کے درمیان پھیلے ہوئے کسی بے بنیاد فعل پر رَد ہوتا ہے،چنانچہ اس فعل کے فاعل پر رد کے لیے حدیث ذکر کی جاتی ہے،جیسے:اسی مقام پر لوگوں کے درمیان''ماصلّينا'' کہنے سے اجتناب مشہور ہو،اگر چہ کسی سے اس کی کراہت صحیح طور پر ثابت نہ ہو۔

۳: کبھی کسی واقعہ کے ساتھ خاص معنی کی بنا پر ترجمہ لایا جاتا ہے، جیسے: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے: " **وطرف السواک علی لسانه یقول: أع أع** " اس حدیث پر یوں ترجمہ قائم کیا ہے: "**باب استیاک الإمام بحضرة رعیته**"؛ کیونکہ مسواک کرنا ملکے اور چھوٹے کاموں میں سے ہے اور عام طور پر اس کے ساتھ تھوک وغیرہ بھی خارج ہوجاتا ہے، اس بنا پر شاید بعض لوگوں کو یہ خیال ہو کہ یہ عمل مخفی ہونا چاہیے اور لوگوں کے سامنے نہیں کیا جانا چاہیے۔ فقہاء نے بہت سے مقامات میں اس معنی کا اعتبار کیا ہے اور وہ اسے "حفظِ مروءت" کا نام دیتے ہیں، یہ حدیث یہی نکتہ بیان کرنے کے لیے لائی گئی ہے کہ مسواک کرنا ایسے امور میں سے نہیں جو مخفی رہنے کا تقاضا کرتے ہیں اور امام وحاکم کو رعایا کے سامنے نہیں کرنے چاہئیں اور مقصد اس عمل کو عبادات اور باعثِ ثواب امور میں داخل کرنا ہے، واللہ اعلم۔" (۱۳۱)

فصلِ دوم: "تراجم ابواب کے لیے امام بخاری رحمہ اللہ کا طریقۂ استدلال

علامہ سندھی ودیگر محققین رحمہم اللہ کی تصریح اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ وغیرہ کے بیان کے مطابق صحیح بخاری کے تراجم کی دو قسمیں ہیں:

(۱) اکثر وبیشتر تراجم، دعوے کی صورت میں ہیں۔

(۲) بعض تراجم، حدیث کی تشریح اور اس کی مراد کی وضاحت کرتے ہیں، مثلاً:

۱:- کسی عام حدیث پر خاص ترجمہ قائم کر کے اس نکتے پر تنبیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیثِ عام کی مراد خاص ہے۔

۲:- کسی خاص حدیث پر عام ترجمہ لا کر اس جانب اشارہ کرتے ہیں کہ خصوصیت معتبر نہیں ہے، جیسے: "**باب من برک عند الإمام أو المحدّث**" (۱۳۲)

۳:- مقید ترجمہ کے تحت مطلق حدیث لا کر اس طرف اشارہ کرتے ہیں کہ حدیث کا اطلاق، مقید ہے، جیسے: "**باب الصُفرة والکُدرة بعد الطهر**" (کذا) (۱۳۳) اور "**باب لایبصُق عن یمینه في الصلاة**"۔ (۱۳۴)

۴:- کبھی مطلق ترجمہ کے تحت مقید حدیث لا کر اس حدیث کے اطلاق کی جانب اشارہ کرتے ہیں، جیسے: "**باب الجمع في السفر**" کے تحت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث لائے ہیں، جو "**جدّ به السیر**" کی قید کے ساتھ مقید ہے (۱۳۵) اور "**باب لیبصق عن یسار**" کے تحت ایسی حدیث لائے ہیں جو نماز کے ساتھ مقید ہے (۱۳۶)، اس میں اس جانب اشارہ ہے کہ نماز کی قید، احترازی نہیں ہے، بلکہ بائیں جانب تھوکنا ہر حال میں مطلوب ہے۔

۵:- کبھی حدیث میں اجمال ہوتا ہے اور امام بخاری ترجمہ کے ذریعہ تفسیر وتفصیل فرماتے ہیں۔

دعووں پر مشتمل تراجم کی بھی دو قسمیں ہیں: ظاہر اور خفی۔

(۱) ''ظاہر تراجم''، یعنی وہ تراجم جو حدیث سے صراحۃً ثابت ہوں، مثلاً: حدیث کے الفاظ ہی سے ترجمہ قائم کر کے یہ بتانا کہ یہ مسئلہ اس حدیث سے ثابت ہے یا اس مسئلہ کی دلیل یہ حدیث ہے۔

(۲) ''خفی تراجم'' کے اثبات کے کئی طریقے ہیں:

(۱) کبھی ترجمہ کو (باب کے تحت حدیث کے بجائے) اپنی کتاب میں درج حدیث کے کسی اور طریق میں وارد الفاظ سے ثابت کرتے ہیں، جیسے:

۱:......''باب الفُتیا وهو واقف على ظهر الدابة'' (ص:۱۸) کے تحت مذکور حدیث میں سواری پر وقوف کا ذکر نہیں ہے (۱۳۷)، لیکن ''کتاب الحج'' میں (اسی حدیث کے دوسرے طریق میں) اس کا ذکر ہے اور اسی کی جانب اشارہ فرمایا ہے۔ (۱۳۸)

۲:......''باب السمر في العلم'' کے تحت حدیث میں ''سمر'' (عشا کے بعد باہمی گفتگو) کا ذکر نہیں (۱۳۹)، لیکن ''کتاب التفسیر'' میں (اسی حدیث کے دوسرے طریق میں) ''سمر'' کا ذکر ہے۔ (۱۴۰)

۳:......''باب التقاضي والملازمة في المسجد'' کے تحت حدیث میں ملازمت (مقروض کا پیچھا کرنا) کا ذکر نہیں (۱۴۱)، لیکن ''کتاب الخصومات'' (ص:۳۲۷) میں (اسی روایت کے دوسرے طریق میں) ''ملازمت'' کا ذکر ہے (۱۴۲)، اس نوع کے مزید بہت سے نظائر موجود ہیں۔

(۲) کبھی دیگر محدثین کے ہاں حدیث کے بعض طرق کی جانب اشارہ کرتے ہیں، جیسے: ''باب التقاط الخِرَق والقَذَى إلخ (کذا)'' (۱۴۳) کے ترجمہ کو دیگر محدثین کی روایات سے ثابت کیا ہے اور ''باب دلک المرأة نفسها'' (۱۴۴) کے عنوان میں ''صحیح مسلم'' کی حدیث کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ (۱۴۵)

(۳) کبھی ترکِ استفسار سے استدلال فرماتے ہیں، جیسے: ''باب وضوء الرجل مع امرأته وفضل وضوء المرأة'' کے تحت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اثر لائے ہیں کہ انہوں نے گرم پانی سے اور نصرانی عورت کے گھر سے وضو فرمایا (۱۴۶)، اس اثر سے ترجمہ پر ترکِ استفسار کی بنا پر استدلال کیا ہے، اس نکتے کی جانب حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے متوجہ فرمایا ہے۔ (۱۴۷)

(۴) کبھی باب میں درج مجموعی احادیث سے ترجمہ پر استدلال فرماتے ہیں، جیسے: بعض شراح کے نزدیک (امام بخاری رحمہ اللہ نے) ''باب بدء الوحي'' (۱۴۸) میں یہی اسلوب اپنایا ہے، اسی طرح ''باب الفُتیا بإشارة اليد والرأس'' (ص:۱۸) (۱۴۹) میں بھی یہی اسلوب ہے، امام موصوف کی یہ عادت معروف ہے۔

(۵) کبھی عموم سے استدلال فرماتے ہیں، جیسے:'' **باب السؤال والفُتيا عند رمي الجِمار**'' (ص:۲۳) کے تحت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث لائے ہیں، جس میں ''عندالجمرۃ'' کے الفاظ ہیں (۱۵۰)، یہ الفاظ حالتِ رمی وغیرِ رمی دونوں کے لیے عام ہیں، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ وغیرہ شراح نے اس نکتے کی جانب توجہ دلائی ہے۔(۱۵۱)

(۶) کبھی اصل سے استدلال فرماتے ہیں، جیسے: ران کے ستر نہ ہونے پر حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی حدیث سے استدلال کیا ہے:'' **وفخذه علی فخذي**'' (اورآپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ران میری ران پر تھی) (۱۵۲)، حالانکہ اس موقع پر درمیان میں کپڑا حائل ہونے کا احتمال ہے، لیکن ''فخذ'' میں اصل' عضو ہے، اسی سے امام موصوف نے استدلال فرمایا ہے۔

(۷) اسی طرح اشارۃ النص، دلالۃ النص اور اقتضاء النص سے بھی استدلال فرماتے ہیں، جیسے اگلی سطور میں آپ کے سامنے آرہا ہے۔

(۸) کبھی ''اولویت'' (اولی ہونے) سے استدلال فرماتے ہیں، جیسے:''باب التیمّن في الوضوء والغسل''، میں غسلِ میت کے متعلق حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا کی حدیث لائے ہیں:''ابدأن بمیا منہا ومواضع الوضوء منہ'' (اس خاتون کے دائیں جانب اور اس کے اعضاء وضو سے ابتدا کرو) (۱۵۳)، اس حدیث سے زندہ کے لیے بطریقِ اولی دائیں جانب سے ابتدا کو ثابت کیا ہے؛ اس لیے کہ یہی اصل ہے، اسی طرح ''**باب البول قائمًا وقاعدًا**'' کے تحت حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث لائے ہیں کہ انہوں نے کھڑے ہوکر قضائے حاجت فرمائی (۱۵۴) اور اس روایت سے بیٹھ کر قضائے حاجت کو بطریقِ اولی ثابت کیا ہے۔

(۹) کبھی حدیث کے کسی ایک محتمل سے استدلال فرماتے ہیں، جیسے:'' **باب العَلَم في المُصلّی**'' (۱۵۵) کے تحت حدیث میں مذکور عَلَم میں دو احتمال ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (کے زمانے) کی عید میں تھا یا آپ کے بعد، امام موصوف نے پہلے احتمال سے استدلال فرمایا ہے، یہی طریقہ استدلال ''باب الرجل یأتمّ بالإمام'' (۱۵۶) میں بھی اپنایا ہے۔

(۱۰) کبھی التزام (دلالتِ التزامی) سے استدلال فرماتے ہیں، جیسے:''**باب الماء الذي یغسل به شعر الإنسان**'' (۱۵۷) کے تحت انسانی بالوں کے پاک ہونے کو (حدیث کی) دلالتِ التزامی سے ثابت کیا ہے؛ اس لیے کہ جب اس پانی سے وضو جائز ہے تو ثابت ہوا کہ بال پاک ہیں، ورنہ وضو جائز نہ ہوتا۔

(۱۱) کبھی حدیث کے ظاہر سے استدلال فرماتے ہیں، جیسے:''باب الوضوء من النوم'' (۱۵۸) اور ''باب الوضوء

مرتین''(۱۵۹)۔

(۱۲) کبھی عادت سے استدلال فرماتے ہیں، جیسے: ''باب التماس الوضوء''(۱۶۰) کے تحت، حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ فرماتے ہیں: ''امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ صحابہ کی عادت (وضو کے لیے) پانی تلاش کرنے کی تھی''۔(۱۶۱)

''باب طول القیام في صلاۃ اللیل'' کے تحت حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث لائے ہیں: ''إذا قام للتهجّد یشوص فاہ بالسّواک'' (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب تہجد کے لیے اٹھتے تو اپنے منہ کو مسواک سے مانجھتے تھے)(۱۶۲)، علامہ ابن رشید رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''امام بخاری اس روایت کو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے قول ''إذا قام للتهجّد'' کی بنا پر اس باب کے تحت لائے ہیں، مراد یہ ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی عادت ومعمول کے لیے بیدار ہوتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت' باب کے تحت مذکور دوسری حدیث سے ثابت ہوچکی ہے۔(۱۶۳)

(۱۳) کبھی مطلق حدیث سے مقید ترجمہ پر استدلال کرتے ہیں؛ اس لیے کہ دوسرے صحابی کی حدیث میں قید وارد ہوتی ہے تو گویا امام بخاری دونوں صحابہ رضی اللہ عنہما کی حدیثوں کو ایک حدیث قرار دیتے ہیں، جیسے: ''باب وجوب الزکاۃ'' میں حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ''المفروضۃ'' کی قید نہیں ہے، بلکہ یہ قید حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے۔(۱۶۴)

(۱۴) بسا اوقات (بعض تراجم کے متعلق) شراح ذکر کرتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے قیاس استدلال فرمایا ہے، لیکن میرے نزدیک یہ بات درست نہیں ہے۔(۱۶۵)

استدلال کی مذکورہ انواع کا خلاصہ:

(۱) اپنے پاس موجود کسی حدیث کی جانب اشارہ مقصود ہو، جیسے: ''باب التقاضي والملازمۃ في المسجد''(۱۶۶)

(۲) دیگر محدثین کی کسی حدیث کی جانب اشارہ مقصود ہو، جیسے: ''باب کنس المسجد والتقاط القَذَی والخِرَق والعِیدان''(۱۶۷)

(۳) ترکِ استفسار سے استدلال، جیسے: ''باب وضوء الرجل مع امرأتہ وفضل وضوء المرأۃ'' (۱۶۸)

(۴) مجموعی روایات سے استدلال، جیسے: ''باب بدء الوحي''(۱۶۹) اور ''باب من أجاب الفُتیا بإشارۃ الید والرأس'' (۱۷۰)

(۵) عموم سے استدلال، جیسے: ''باب السؤال والفتیا عند رمي الجمار'' کے تحت حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی

حدیث لائے ہیں، جس میں ''وھوعندالجمرۃ'' کے الفاظ ہیں۔(۱۷۱)

(٦)اصل سے استدلال، جیسے:''باب ماجاء في الفخذ'' کے تحت حضرت زید رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ''فخذه على فخذي'' سے استدلال۔(۱۷۲)

(۷)اشارۃ النص، دلالۃ النص اور اقتضاء النص سے استدلال۔

(۸)''اولویت'' (اولی ہونے) سے استدلال، جیسے:''باب البول قائماً وقاعداً'' (۱۷۳) میں حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے نزدیک ''اولی'' سے قعود ثابت کیا ہے۔(۷۴) اور ''باب التيمّن في الوضوء والغسل'' میں غسل میت کے متعلق حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہ کی حدیث لائے ہیں۔(۱۷۵)

(۹) ہر محتمل سے استدلال، حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے بقول امام موصوف کی کتاب ''صحیح بخاری'' میں اس نوع کے تراجم بہت سے ہیں، جیسے:''باب العَلَم في المصلّى'' (۱۷٦) کے تحت روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کا احتمال بھی ہے اور آپ کی وفات کے بعد کا بھی احتمال ہے، اسی طرح ''باب الرجل يأتمّ بالإمام ويأتمّ الناس بالمأموم'' (ص:۹۹)(۱۷۷)

(۱۰) دستیاب الفاظ (ظاہرِ حدیث) سے استدلال، جیسے:''باب الوضوء مرتين'' (۱۷۸) اور ''باب المضمضة والاستنشاق في الجنابة'' (ص:۴۰)(۱۷۹)

(۱۱) ایسی دو حدیثوں سے استدلال، جن میں سے ایک مقید اور دوسری مطلق ہو، امام موصوف انہیں ایک ہی حدیث قرار دیتے ہیں اور پہلی حدیث کی قید کو دوسری حدیث میں ملحوظ رکھتے ہیں، جیسے:''کتاب الزکاۃ'' میں ''باب وجوب الزکاۃ'' (ص:۱۸۷) کے تحت حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی حدیث لائے ہیں، جس میں ''تؤتي الزكاة'' کے الفاظ ہیں (اور ''المفروضۃ'' کی قید نہیں ہے) اسی باب کے تحت حضرت ابو ہریرہ کی حدیث میں ''المفروضۃ'' کی قید وارد ہے۔(۱۸۰)

(۱۲) التزام (دلالتِ التزامی) سے استدلال، جیسے:''باب الماء الذي يغسل به شعر الإنسان'' (۱۸۱) میں انسان کے بالوں کی طہارت کو حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے بقول ''دلالتِ التزامی'' سے ثابت کیا ہے (ص:۲٦)(۱۸۲)

(۱۳) عادت سے استدلال، جیسے:''باب طول القيام في صلاة الليل'' کے تحت حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث لائے ہیں، جس میں ''إذا قام من الليل'' کے الفاظ ہیں۔(۱۸۳) علامہ ابن رشید رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ اس سے مراد ''قیامِ عادی'' ہے۔(۱۸۴)

(۱۴) قیاس سے استدلال، جو محل نظر ہے، بلکہ میرے نزدیک یہ استدلال دلالۃ النص یا اشارۃ النص یا اقتضاء النص یا عموم یا احتمال یا اولویت سے ہوتا ہے۔(۱۸۵)

واللّٰہ تعالی أعلم وعلمہ أتمّ !

حواشی وحوالہ جات:

(۱۰۰) کتاب العلم، باب من برک علی رکبتیه عند الإمام أو المحدث،(۱/۲۰)

(۱۰۱) کتاب العلم،باب من قعد حیث ینتهي به المجلس،إلخ،(۱/۱۵)

(۱۰۲) کتاب العلم، باب من رفع صوته بالعلم،(۱/۱۴)

(۱۰۳) کتاب المناقب،باب ذکر قحطان،(۱/۴۹۸)......(۱۰۴) کتاب المناقب،باب قصة زمزم،(۱/۴۹۹)

(۱۰۵) کتاب الأذان، باب قول الرجل:فاتتنا الصلاة،(۱/۸۸)

(۱۰۶) شرح عمدۃ الأحکام، کتاب الصلاۃ، باب المواقیت،(ص:۲۳۲)،دار ابن حزم، ۱۴۲۳ھ

(۱۰۷) أیضًا۔ (۱۰۸) کتاب الحیض، باب ترک الحائض الصوم،(۱/۴۴)

(۱۰۹)باب کیف کان بدء الوحی إلی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم،(۱/۲)

(۱۱۰) کتاب الحیض،باب کیف کان بدء الحیض إلخ،(۱/۴۳)

(۱۱۱) کتاب الأذان،باب بدء الأذان إلخ،(۱/۸۵)

(۱۱۲) کتاب الاستئذان،باب بدء السلام،(۲/۹۱۹)......(۱۱۳) کتاب بدء الخلق (۱/۴۵۳)

(۱۱۴) کتاب الوضوء،باب لا تستقبل القبلة بغائط أو بول إلا عند البناء جدار أو نحوه،(۱/۲۶)

(۱۱۵) کتاب الجنائز، باب قول النبي صلی اللّٰه علیه وسلم: یعذب المیت ببعض بکاء أهله علیه،(۱/۱۷۱)

(۱۱۶) کتاب مواقیت الصلاۃ،باب من أدرک رکعة من العصر قبل الغروب،(۱/۷۹)

(۱۱۷) کتاب الجمعۃ، باب الصلاة بعد الجمعة وقبلها،(۱/۱۲۸)

(۱۱۸)زاد المعاد في هدي خیر العباد، فصل في هدیه صلی اللّٰه علیه وسلم في الخطبة (۱/۴۱۸)،موسسۃ الرسالۃ، بیروت، لبنان۔......(۱۱۹) کتاب الصلاۃ،باب التقاضي والملازمة في المسجد،(۱/۶۵)

(۱۲۰) کتاب الصلاۃ، باب کنس المسجد والتقاط الخرق الخ،(۱/۶۵)

(۱۲۱) کتاب الہبۃ وفضلها والتحریض علیها،باب إذا وهب هبة فقبضها الآخر ولم یقل: قبلت،(۱/۳۵۴)

(۱۲۲) کتاب الہبۃ وفضلها والتحریض علیها، باب إذا وہب جماعۃ لقوم إلخ،(۱/۳۵۵)

(۱۲۳) کتاب العتق،باب إذا أعتق عبدا بین إثنین أو أمة بین الشرکاء،(۱/۳۴۲)

(۱۲۴) أبواب المظالم والقصاص، باب إذا كسر قصعة أو شيئا لغيره،(۱/۳۳٦)
(۱۲۵) كتاب في الاستقراض وأداء الديون والحجر والتفليس، باب إذا أقرضه إلىٰ أجل مسمى إلخ ، (۱/۳۲۳)(۱۲٦)أبواب المظالم والقصاص، باب هل تكسر الدنان التي فيها الخمر؟ إلخ،(۱/۳۳٦)
(۱۲۷) كتاب الهبة وفضلها والتحريض عليها،باب إذا وهب دينا على رجل،(۱/۳۵۴)
(۱۲۸) كتاب الوصايا،باب إذا وقف أرضا ولم يبين الحدود فهو جائز، وباب إذا وقف جماعة أرضا مشاعا فهو جائز،(۱/۳۸۸)
(۱۲۹) كتاب الوكالة، باب إذا وكل المسلم حربيا في دار الحرب أو دار الإسلام جاز،(۱/۳۰۸)
(۱۳۰) كتاب العتق،باب إذا أعتق نصيبا في عبد وليس له مال استسعي العبد غير مشقوق عليه على نحو الكتابة،(۱/۳۴۳)......(۱۳۱) شرح عمدة الأحكام، كتاب الطهارة، باب السواك،(ص:۱۲۵-۱۲٦)
(۱۳۲) كتاب العلم، باب من برک على ركبتيه عند الإمام أو المحدث،(۱/۲۰)
(۱۳۳) كتاب الحيض،باب الصفرة والكدرة في غير أيام الحيض،(۱/۴۷)
(۱۳۴) كتاب الصلاة، باب لايبصق عن يمينه في الصلاة،(۱/۵۹)
(۱۳۵) أبواب تقصير الصلاة،باب الجمع في السفر بين المغرب والعشاء ، (۱/۱۴۹)
(۱۳٦) كتاب الصلاة،باب ليبصق عن يساره في الصلاة،(۱/۵۹)
(۱۳۷) كتاب العلم،باب الفتيا وهو واقف على ظهر الدابة أو غيرها، (۱/۱۸)
(۱۳۸) كتاب المناسک،باب الفتيا على الدابة عند الجمرة،(۱/۲۳۴)
(۱۳۹) كتاب العلم،باب السمر في العلم،(۱/۲۲)
(۱۴۰) كتاب التفسير،سورة آل عمران،باب: إن في خلق السمٰوٰت والأرض،(۲/۶۵۷)
(۱۴۱) كتاب الصلاة،باب التقاضي والملازمة في المسجد،(۱/۶۵)
(۱۴۲) في الخصومات، باب في الملازمة،(۱/۱۲۷)
(۱۴۳) كتاب الصلاة، باب كنس المسجد والتقاط الخرق والقذى أ لخ،(۱/۶۵)
(۱۴۴) كتاب الحيض، باب دلک المرأة نفسها إلخ،(۱/۴۵)
(۱۴۵) صحيح مسلم، كتاب الحيض،باب استحباب المغتسلة من الحيض فرصة إلخ،(۱/۱۵۰)
(۱۴٦) كتاب الوضوء،باب وضوء الرجل مع امرأته وفضل وضوء المرأة،(۱/۳۲)
(۱۴۷) فتح الباري، كتاب الوضوء،باب وضوء الرجل مع امرأته وفضل وضوء الرمأة،(۱/۲۹۹)

(۱۴۸) باب كيف كان بدء الوحي إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم،(۱/۲-۵)

(۱۴۹) کتاب العلم، باب من أجاب الفتيا بإشارة اليد والرأس،(۱/۱۸)

(۱۵۰) کتاب العلم،باب السؤال والفتيا عند رمي الجمار،(۱/۱۲۳)

(۱۵۱) فتح الباري، کتاب العلم،باب السؤال والفتيا عند رمي الجمار،(۱/۲۲۳)

(۱۵۲) کتاب الصلاۃ،باب ما يذكر في الفخذ،(۱/۵۳)

(۱۵۳) کتاب الوضوء،باب التيمن في الوضوء والغسل،(۱/ ۲۸-۲۹)

(۱۵۴) کتاب الوضوء، باب البول قائما وقاعدا،(۱/ ۳۵)

(۱۵۵) کتاب العیدین،باب العلم بالمصلى، (۱/۱۳۳)

(۱۵۶) کتاب الأذان، باب الرجل يأتم بالإمام إلخ،(۱/ ۹۹)

(۱۵۷) کتاب الوضوء،باب الماء الذي يغسل به شعر الإنسان،(۱/ ۲۹)

(۱۵۸) کتاب الوضوء، باب الوضوء من النوم إلخ،(۱/۳۴)

(۱۵۹) کتاب الوضوء،باب الوضوء مرتين مرتين،(۱/ ۲۷)

(۱۶۰) کتاب الوضوء،باب التماس الوضوء إلخ،(۱/ ۲۹)

(۱۶۱) شرح تراجم أبواب البخاري، کتاب الوضوء، باب التماس الوضوء،ص:۹۳،دار التقویٰ، دمشق،شام ۱۴۳۹ھ

(۱۶۲) کتاب التہجد ،باب طول القيام في صلاة الليل،(۱/۱۵۲-۱۵۳)

(۱۶۳) فتح الباري، کتاب التہجد ، باب طول القيام في صلاة الليل،(۳/ ۲۰)

(۱۶۴) کتاب الزکوۃ، باب وجوب الزکوۃ،(۱/ ۱۸۷)

(۱۶۵) مولانا محمد یونس جونپوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''حضرت امام بخاری، عام علماء کی طرح، کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ اور اجماعِ امت کو تو حجت مانتے ہیں، رہی یہ بات کہ وہ قیاس کو حجت مانتے ہیں یا نہیں؟ عامۃً شراحِ کرام: حضرت علامہ مہلب، علامہ ابن التین، علامہ کرمانی، حافظ ابن حجر، علامہ عینی، علامہ قسطلانی وغیرہ حضرات کی رائے ہے کہ امام بخاری، قیاس کو حجت مانتے ہیں اگر قیاس صحیح ہو اور اس کے اوضاع اور طریقوں پر استعمال کیا گیا ہو اور نصوص کے ہوتے ہوئے قیاس نہ کیا گیا ہو، اور اگر نصوص کے ہوتے ہوئے قیاس کو استعمال کیا گیا ہو، یا قیاس کو اس کے طریقوں پر استعمال نہ کیا گیا ہو اور خواہ مخواہ علتِ جامعہ کو زبردستی تلاش کیا گیا ہو تو حضرت امام بخاری، قیاس کو حجت نہیں مانتے ہیں۔ لیکن علامہ داودی اور علامہ کشمیری کی رائے یہ ہے کہ امام بخاری، قیاس کو حجت نہیں مانتے ہیں، یہی میرا اپنا بھی خیال ہے، چنانچہ امام بخاری نے قیاس کے متعلق جتنے تراجم منعقد فرمائے ہیں، سب سے اس کی مذمت ہی نکلتی ہے''۔ (الفيض الجاري في دروس البخاري، آخری جلد، ص ۲۶۰، مکتبۃ القلم،

سورت، گجرات، انڈیا، ۱۴۳۹ھ/ ۲۰۱۷ء) (۱۶۶) کتاب الصلاۃ، باب التقاضي والملازمة في المسجد، (۱/ ۶۵)

(۱۶۷) کتاب الصلاۃ، باب كنس المسجد و التقاط الخرق والقذى والعيدان، (۱/ ۶۵)

(۱۶۸) کتاب الوضوء، باب وضوء الرجل مع امرأته وفضل وضوء المرأة، (۱/ ۳۲)

(۱۶۹) باب كيف كان بدء الوحي إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم، (۲-۵)

(۱۷۰) کتاب العلم، باب من أجاب الفتيا بإشارة اليد والرأس، (۱/ ۱۸-۱۹)

(۱۷۱) کتاب العلم، باب السؤال والفتيا عند رمي الجمار، (۱/ ۲۳-۲۴)

(۱۷۲) کتاب الصلاۃ، باب ما يذكر في الفخذ، (۱/ ۵۳)

(۱۷۳) کتاب الوضوء، باب البول قائما وقاعدا، (۱/ ۳۵)

(۱۷۴) شرح تراجم أبواب البخاري، کتاب الوضوء، باب البول قائما وقاعدا، ص: ۱۰۳.

(۱۷۵) کتاب الوضوء، باب التيمن في الوضوء والغسل، (۱/ ۲۸-۲۹)

(۱۷۶) کتاب العیدین، باب العلم بالمصلى، (۱/ ۱۳۳)

(۱۷۷) کتاب الأذان، باب الرجل يأتم بالإمام ويأتم الناس بالمأموم، (۱/ ۹۹)

(۱۷۸) کتاب الوضوء، باب الوضوء مرتين، (۱/ ۲۷)

(۱۷۹) کتاب الغسل، باب المضمضة والاستنشاق في الجنابة، (۱/ ۴۰)

(۱۸۰) کتاب الزکوۃ، باب وجوب الزكوة، (۱/ ۱۸۷)

(۱۸۱) کتاب الوضوء، باب الماء الذي يغسل به شعر الإنسان، (۱/ ۲۹)

(۱۸۲) شرح تراجم أبواب البخاري، کتاب الوضوء، باب الماء الذي يغسل به شعر الإنسان، ص: ۹۳.

(۱۸۳) کتاب الوضوء، باب الماء الذى يغسل به شعر الإنسان، (۱/ ۲۹)

(۱۸۴) فتح الباري، کتاب التہجد، با ب طول القيام في صلاة الليل، (۳/ ۲۰)

(۱۸۵) ملاحظہ فرمائیے: حاشیہ نمبر: ۱۶۵

فقہ اسلامی قانون شریعت کی آسان دستاویز

مولانا محمد ابوبکر شیخوپوری

یہ بات اہلسنت والجماعت کے مسلمات میں سے ہے کہ ایک مسلمان کے لئے دنیا اور آخرت میں جو چیز نجات دہندہ اور عملی زندگی میں دستور العمل کی حیثیت رکھتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی مقدس کتاب قرآن مجید اور حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک سنن اور احادیث ہیں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے پردہ فرماتے وقت یہی دو چیزیں اپنی امت کو بطور میراث حوالے فرما کر گئے۔ مؤطا امام مالکؒ میں حضرت انس بن مالکؓ کی روایت سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: تَرَكْتُ فِيكُمْ اَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوا مَاتَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا...... كِتَابَ اللّٰهِ وَسُنَّتِيْ'' میں تم میں (بطور میراث علمی) دو چیزیں چھوڑ کر جارہا ہوں، جب تک ان پر کاربند رہو گے تم گمراہ نہیں ہو گے، ایک اللہ کی کتاب اور دوسری میری سنت ہے''۔

قرآن وحدیث میں بنیادی طور پر دو طرح کے مضامین بیان کیے گئے ہیں۔ پہلی قسم کی نصوص وہ ہیں جن میں مبدأ و معاد، حشر ونشر، عبرت ونصیحت، وعدہ و وعید، فنائیت دُنیا اور بقاء عقبیٰ وغیرہ کو بیان کیا گیا ہے، جبکہ دوسری قسم کی آیات واحادیث طہارت، نماز، روزہ، حج، زکوۃ، خرید وفروخت، تقسیم میراث ودیگر احکام ومسائل سے متعلق ہیں۔ اول الذکر کے متعلق سورۃ القمر میں فرمان باری تعالیٰ ہے وَلَقَدْيَسَّرْنَاالْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ ''ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لئے آسان کر دیا ہے''۔ آیت میں مذکور للذکر کی قید اس امر کی صریح دلیل ہے کہ صرف عبرت ونصیحت سے متعلق نصوص ہی عامی شخص کا موضوع ہیں یعنی ان مخصوص مضامین کو معمولی سمجھ رکھنے والا شخص بھی بلا تدبر وتفکر دل و دماغ کے آئینے میں اتار کر ان کی فہم تک رسائی حاصل کرسکتا ہے۔ البتہ ثانی الذکر نصوص کے مخاطب عوام نہیں بلکہ فقہاء کرام، مجتہدین عظام، راسخین فی العلم اور مستنبطین ہیں جو خداداد فہم وفراست اور ذکاوت وذہانت کے سبب مشکل اور دقیق مسائل کی گتھیاں سلجھاتے ہیں۔ ناسخ ومنسوخ کی پہچان، علل روایات اور اختلاف آثار کی وجوہات پر واقفیت ، سیاق وسباق سے ربط، آیات قرآنیہ کے اسباب نزول اور احادیث نبویہ کے شان وُرُود کی معرفت اور فقہی قواعد وضوابط پر کامل دسترس کی بنیاد پر نصوص کے درمیان واقع ہونے والے ظاہری تعارض کو حل کرتے ہوئے قرآن وسنت کی صحیح

اور برمحل تشریح وتوضیح کرتے ہیں۔کوئی حکم کسی فرد کے ساتھ مخصوص ہو یا بعد میں نازل ہونے والے حکم سے منسوخ ہو اس کی نشاندہی کرتے ہیں۔کوئی مسئلہ قرآن وسنت میں ظاہری طور پر موجود ہی نہ ہو تو اشتراکِ علت کی بناء پر کسی منصوص مسئلے پر قیاس کرکے اس پر منصوص کا حکم لگاتے ہیں۔بسااوقات قرآن وحدیث میں کوئی لفظ متعدد معانی کا احتمال رکھتا ہے اس کے کسی ایک معنی کو مضبوط دلائل اور قوی قرائن سے متعین کرتے ہیں۔اس مبارک مشغلے اور خوبصورت فن کو''فقہ''اور''اجتہاد''اوراس کے حامل کو''فقیہ''اور''مجتہد''کہا جاتا ہے۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ: فقہ بظاہر قرآن وحدیث سے الگ تیسری چیز بلکہ منکرین فقہ کے نزدیک شریعت سے متصادم نظریئے کا نام ہے لیکن درحقیقت یہ قانون شریعت کی ایک آسان دستاویزی شکل ہے۔فقہاء کرام کا امت پر یہ احسان عظیم ہے کہ انہوں نے ہر ہر آیت اور حدیث کی گہرائی میں اتر کر اصول وضوابط کی روشنی میں نصوص کی تنقیح کی فرمائی اور پھر ابواب اور فصول کی ترتیب سے مسائل کو یکجا کرکے خوبصورت گلدستے کی شکل میں عوام الناس کے سامنے پیش کیا تاکہ عملی زندگی میں جب بھی انہیں شریعت سے راہنمائی مطلوب ہو تو کسی قسم کی دشواری نہ ہو۔

فقہ کی اہمیت: فقہ کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس کی ضرورت کا ادراک خود قرآن کریم نے کرتے ہوئے اس عظیم مقصد کے لئے ایک مستقل جماعت کی تشکیل کو ناگزیر قرار دیا ہے۔چنانچہ سورۃ التوبہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:**وَمَاكَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً فَلَوْلَا نَفَرَمِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْن** ''اور مومنین کو ایسا نہیں کرنا چاہئے کہ سب کے سب (جہاد کے لئے) نکل پڑیں،ایسا کیوں نہ ہو کہ ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے تاکہ وہ (ادھر رہنے والے) دین میں سمجھ بوجھ حاصل کریں اور جب وہ (جہاد کے لئے جانے والے) ان کی طرف واپس لوٹ آئیں تو انہیں ڈرائیں تاکہ وہ بچتے رہیں''۔اس کا منشاء یہ ہے کہ دین کی دو بنیادی ضروریات ہیں،ایک غلبہ دین اور دوسری فہم دین،اور یہ طے شدہ امر ہے کہ غلبہ دین کا مدار فہم دین پر ہے۔اس لئے باری تعالیٰ نے تاکید فرمائی کہ ایک جماعت غلبہ دین کے سلسلہ میں جہاد کے لئے نکلے اور دوسری فہم قرآن وسنت کے لئے اپنے مقام پر ہی رہے تاکہ دین کے دونوں شعبے جاری رہیں۔

فقیہ کا مقام ومرتبہ: علم فقہ کی افادیت کے پیش نظر اس محبوب مشغلہ کے لئے اپنی حیات مستعار کے قیمتی لمحات وقف کرنے والے خوش نصیب افراد کو بہت سے فضائل ومناقب سے نوازا گیا ہے۔سورۃ البقرہ میں فرمان باری تعالیٰ ہے **وَمَن يُّؤْتَى الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِىَ خَيْراً كَثِيْراً** ''جس شخص کو حکمت عطاء کی گئی اس کو بہت زیادہ بھلائی

عطاء کی گئی"۔ حکمت کی تفسیر میں مفسرین کے متعدد اقوال ہیں ان میں سے ایک قول یہ ہے کہ اس سے فقہ مراد ہے ، گویا کہ باری تعالیٰ کی نظر میں سب سے زیادہ اس کی بھلائیوں اور خوبیوں کو سمیٹنے والا شخص فقیہ ہے۔ صحیح بخاری، کتاب العلم میں حضرت امیر معاویہؓ کی روایت سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے :مَن یُّرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خَیرًا یُّفَقِّھْهُ فِی الدِّین "جس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ کرتے ہیں اسے دین کی سمجھ عطاء فرما دیتے ہیں"۔ اس کے علاوہ کتب احادیث میں "ابواب العلم" کے تحت محدثین نے فقہاء کرام اور اہل علم کے فضائل ومناقب میں سینکڑوں احادیث نقل کی ہیں۔

حاصل کلام: ان تمام تر تفصیلات کی روشنی میں یہ بات واضح ہوگئی کہ فروعی مسائل کی تحقیق وتخریج کوئی معمولی اور آسان کام نہیں کہ ہر کس وناکس اس مشغلے میں لگ جائے اور جمہور کے متفقہ مسائل سے انحراف کر کے امت کو نئی راہ پر لگادے۔ اجتہادی صلاحیت اور استنباط کے ملکہ سے محروم شخص کے بس کا یہ کام ہے اور نہ اسے اس میدان میں قدم رکھنا چاہیے۔ "جس کا کام اسی کو ساجھے" کے قاعدے پر عمل کرتے ہوئے یہ کام فقہاء کرام کے سپرد کرنا چاہیے جو اس فن کے ماہر اور رموز شریعت کے شناور ہیں، ورنہ شریعت کے معاملے میں خودرائی سے ہدایت کی بجائے گمراہی پھیلنے کا اندیشہ بلکہ یقین کامل ہے۔ علامہ ابن جوزیؒ نے "تلبیس ابلیس" میں ایک عامل بالحدیث کا واقعہ تحریر کیا ہے کہ وہ جب بھی استنجے سے فارغ ہوکر آتا بغیر وضو کیے وتر کی نیت باندھ لیتا۔ اس کی وجہ پوچھی گئی تو کہنے لگا کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث **من استجمر فلیوتر** (جو شخص استنجاء کرے اسکو چاہیے کہ وتر پڑھے) پر عمل کرتا ہوں۔ حالانکہ اس حدیث میں **فلیوتر** سے مراد وتر پڑھنا نہیں بلکہ طاق عدد میں ڈھیلے استعمال کرنا ہے۔ ایک اور شخص کا واقعہ لکھا کہ وہ اپنے کنویں سے کسی دوسرے کو کھیت میں پانی نہیں لگانے دیتا تھا۔ وجہ پوچھنے پر اس نے بتایا کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث **لایسقی احدکم ماءہ زرع غیرہ** (کوئی شخص اپنے پانی سے کسی دوسرے کی کھیتی کو سیراب نہ کرے) پر عمل کرتا ہوں حالانکہ اس حدیث میں **ماء** سے مراد منی اور **زرع** سے مراد شرمگاہ ہے۔ مطلب حدیث پاک کا یہ ہے کوئی شخص دوسرے کی باندی سے صحبت نہ کرے۔ یقیناً یہ غلطی اس کو خودرائی کی وجہ سے لگی، اگر کسی ماہر شریعت سے راہنمائی حاصل کر لیتا تو حدیث کے اصل مرجع اور مقصد تک پہنچ جاتا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اکابر واسلاف کی ہدایات کی روشنی قرآن وسنت کی تعلیمات پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

☆......☆......☆

فضلاءِ مدارس عربیہ کیلئے جامع منصوبہ بندی کی ضرورت
ایک جائزہ وتبصرہ اورتحریک وتجویز

شیخ الحدیث مولانا عبدالقیوم حقانی مدظلہم

برصغیر پاک وہند میں ماہ شوال سے دینی مدارس کے تعلیمی سال کاافتتاح وآغازِ کار ہوتا ہے اوراب تعلیمی کام رواں دواں ہے، چنانچہ ماہ شوال میں مدارسِ عربیہ کے اربابِ اہتمام وانتظام ،قدیم اورجدید طلبہ کے داخلوں ،داخلہ کے قواعد وشرائط اور ترجیحات کاتعیّن ،نظام کی درستی ،حسب گنجائش طلبہ کے لئے ضروریات کی فراہمی ،اساتذہ کاتقرر،مختلف درجات میں ردوبدل اوراضافہ ،معیارتعلیم کی بلندی اوراساتذہ وطلبہ کی ہرممکن کفالت ورضامندی سے متعلق جملہ امورکی تکمیل کے سلسلہ میں ان کی محنت ومشقت ،جدوجہد،شب بیداری ،تعبِ مسلسل ،فراہمی چندہ کی ذلت وخواری اورمصائب وتکالیف پرصبروتحمل اوراس پر بے پناہ اجروثواب ،رفع درجات کے ہزاراعتراف کے باوجودکسی تنقیص وتعریض اورتنقیدواعتراض کی نیت سے نہیں بلکہ خالص جذبہ ہمدردی اوردینی مدارس کی ترقی وبقاءاوراستحکام اوربہترین ثمرات ونتائج کے وترتب کے خیرخواہانہ جذبات کے ساتھ مدارس عربیہ کے ارباب بست کشاد اوراہل علم وفضل کی خدمت میں ذیل کی گذارشات بطورتجویزوتحریک پیش خدمت ہیں......

ع   شاید کہ اُتر جائے تیرے دل میں میری بات

دینی مدارس درحقیقت تجدیدواحیاء اسلام کی ایک مئوثر اورانقلابی تحریک ہیں جس کاہدف عالم انسانیت کوایسے افراداوررجال کارمہیا کرناہے جواپنی اپنی جگہ ایک امت سے کسی طرح بھی کم نہ ہوں جونابغہ روزگارعلماء بن کرزندگی کے ہرمیدان میں بھرپورکارگزاری کامظاہرہ کریں اوراخلاص کے ساتھ مسلمانوں کی تمام دینی اورملی اورسیاسی ضرورتوں کوپورا کریں،موجودہ دورمیں لادینیت ،فلسفہ والحاد،نیچریت و دہریّت اورمغربی تہذیب اورمادیت کے زبردست طوفان کے درمیان سے ملت اسلامیہ کاسفینہ پورے حزم واحتیاط اوردانشمندی سے نکال کرساحل مراد سے لگائیں۔

دارالعلوم دیوبند،مظاہرالعلوم اورندوۃ العلماء نے اپنے زمانۂ قیام سے لے کراب تک جورجالِ کارامت کودئے ہیں،گومردم سازی اورآدم گری کاایک تاریخی ریکارڈ قائم کردیاہے،یہ ان ہی مدارس کے تربیت یافتہ علماء ومشائخ

اوراساتذہ علم کی برکتیں ہیں، کہ آج برصغیر کے چپہ چپہ میں دینی مدارس کا ایک عظیم اوروسیع جال بچھادیا گیاہے،علوم اورتعارف کے سمندر بہادئے گئے ہیں،اورمدارس عربیہ کی شکل میں اشاعت اورحفاظت دین کی مستحکم چھاونیاں قائم کردی گئی ہیں۔

دینی مدارس کی وسعت اورکثرت سے ان کے قیام اوراستحکام کا تقاضاتو یہ تھا، کہ ان میں مردم سازی اوررجالِ کار کی فراہمی اورآدم گری کا کام پہلے کی نسبت دس چند ہوناچاہئے تھا،مدارس کے دینی،علمی اورقومی وملی فوائد بھی ان کی وسعت اورکثرت کی نسبت سے زیادہ سے زیادہ ہونے چاہئے تھے،مگر ہم دیکھ رہے ہیں، کہ ماضی میں وسائل کے فقدان اورمدارس کی قلت کے باوجود دینی اورملی اعتبار سے امت کودینی مدارس سے جومنافع اورفوائد مہیا ہوتے رہے،اب وسائل کی بہتات اورمدارس کی کثرت کے باوجود امت ان سے محروم ہوتی جارہی ہے،مردم سازی اورآدم گری کی صورت حال تواندوہناک حدتک پستی کوپہنچی ہوئی ہے۔

اس سانحہ کے اسباب خواہ کچھ بھی ہوں،مگر یہ حقیقت ہے کہ یہ سانحہ واقعۃً امت کے لئے ایک عظیم المیہ ہے،اس کے پس منظراوراسباب وعوامل میں بعض امور کی نشاندہی کی جاتی ہے۔مثلاً :

(الف)اساتذہ میں جوہرتعلیم کے منتقل کرنے کی صلاحیتوں کا فقدان،مقناطیسیت حسنِ نیت اوراخلاص کی کمی۔

(ب)طلبہ کی کمزوریاں،طلب صادق اورذوق تشنگی کی ضرورت۔

(ج)مدارس عربیہ کے ماحول میں جمودوعصبیت اورغنچوں میں زندگی اورشادابی کی روح پھونکنے والے موسم کی خزاں آشنائی۔

لاریب ان اسباب اورعوامل کے وجوداوراثرانگیزی سے انکارکی گنجائش نہیں،مگراصل مرض کی یہ تشخیص بھی صحیح نہیں، بلکہ واقعہ یہ ہے، کہ مردم سازی ،آدم گری،علم پروری اورشخصیت کی تعمیرمیں وہ سعی ومحنت اورتوجہ وہمت باقی نہیں رہی،جوہمارے اسلاف اوراکابراہلِ علم کاطرۂ امتیازتھا،زمانہ طالب علمی میں اورپھرفراغت کے بعدنونہالانِ قوم اورمعمارانِ امت کوان کی صلاحیت اورحیثیت کے مطابق مشغلے مہیانہیں کئے جارہے،مادیت کے سیلاب اورہواکے رخ میں انہیں آزادچھوڑدیاجارہاہے،فارغ ہونے کے بعددینی مدارس سے فارغ التحصیل ہونے والے معمارانِ قوم کواپنے کنٹرول میں لائے بغیرخلاءِ بسیط میں آزادچھوڑدیاجاتاہے،جہاں وہ گردش کرتے کرتے انگریزی مدارس،عرب جامعات،مادیت اورہوسِ دنیاکی سمت نکل کراپنی تمام صلاحیتیں اورتوانائیاں کھودیتے ہیں،اس طرح گویادینی مدارس کے ایک جوہرقابل کی بہترین صلاحیتیں،دنیوی مفادات،ہوسِ زراورعیش وعشرت کی بھینٹ چڑھ جاتی ہیں، کچھ طب

وحکمت کی نذر ہو جاتے ہیں، کچھ اپنا سفینہ جدید تعلیم کے طوفان میں ڈال دیتے ہیں اور کچھ قطر، دوبئ، بحرین، سعودی عرب، مصر، لندن اور پیرس کی فضاؤں میں پرواز کر جاتے ہیں۔

اس سانحہ کے ازالہ اور ناگفتہ بہ صورت حال سے نبرد آزما ہونا، دینی مدارس کے ارباب بست وکشاد ارباب علم وفضل اور امت کی وحدت وترقی کا درد رکھنے والے بہی خواہانِ ملت کا اولین فریضۂ منصبی ہے، مگر محض نصاب تعلیم، اساتذہ وطلبہ کی کمزوریوں اور مدارس کے ماحول کی صفائی اور بہتری اور اصلاح وانقلاب کا سارا زور اگر صرف اسی جانب صرف کیا جاتا رہا جیسا کہ ہمیشہ کا معمول بن چکا ہے، تو اس صورت حال سے معیاری اور انقلابی سطح پر مطلوبہ بہتری کی کوئی توقع نہیں کی سکتی۔ بہرحال اس سلسلہ میں مؤثر پیش رفت اور امت کے اجڑے ہوئے گلستان میں بہاریں تو باہمی مشاورت سے مشترکہ لائحہ عمل اور ایک وسیع اور مستحکم منصوبہ بندی کے ساتھ ممکن ہو سکتی ہیں، تاہم بطور تحریک وتجویز کے اس سلسلہ میں چند گذارشات پیش خدمت کر رہے ہیں۔

(۱)......سالِ رواں ہی سے وفاق المدارس اور جامعات کے ارباب بست وکشاد ہر سال کے فضلاء پر گہری نظر رکھیں، ان کے ذوق ورجحان اور مستقل کی کارگزاری کے میدان کی مناسبت سے اپنے ہاں ان کی فہرستیں مرتب کریں اور حسب صلاحیت واستعداد ان کو تدریس، تصنیف وتالیف، ریسرچ وتحقیق، اور قومی وملی خدمات کے بہترین مواقع مہیا کرنے کی کوشش کریں اور علمی وتحقیقی شعبوں سے انہیں وابستہ کر کے ان کے ذہنوں سے تحقیق وتنقید، تجسس وتدقیق، علم وادب بحث وتمحیص، دماغی بیداریوں اور اعلیٰ علمی تحریروں کا کام لیں، اس سے صالح عناصر کی واقعی تربیت اور ترقی کا کام تدریج سے بطریقۂ احسن انجام پاتا رہے گا، باصلاحیت نوجوانوں کا انتخاب، پھر ان کی صلاحیتوں کے مطابق کاموں کی تفویض اور نگرانی ہی دراصل اس قومی وملی سانحہ کا ازالہ اور موجودہ بدترین صورت حال کو ختم کر سکتی ہے۔

(۲)......گذشتہ سالوں کے فضلاء کے متعلق جامعات اور وفاق کی سطح پر خصوصی کمیٹیاں تشکیل دے کر ایک جامع اور مفصل جائزہ رپورٹ تیار کی جائے کہ وہ کہاں کہاں اور کس کس میدان میں مصروف عمل ہیں، اگر واقعۃً ان کے مشاغل، صلاحیتوں اور توانائیوں کے مصرف کا سمتِ قبلہ درست ہے اور ان کی صلاحیتوں میں نکھار اور علم وعمل کی دنیا میں بہار متوقع ہے تو ان کی تشجیع اور ہمت افزائی اور سرپرستی کی جائے اور اگر خدانخواستہ ان کی صلاحیتیں لٹ گئی ہیں یا اس کا احتمال ہے تو اس کے ازالہ اور تدارک کا مشفقانہ اور حکیمانہ لائحہ عمل اختیار کیا جائے۔

(۳)...... ہر سال کے فضلاء کو اپنی تربیت اور مشفقانہ گرفت میں لے کر علم وفضل کی ان کونپلوں کو تناور درخت ہونے تک ہر ممکن سہارا دیا جانا چاہئے، نیز ان کی تربیت وانتخاب گروہی جتھہ بندی، کسی کیمپ سے وابستگی اور قرابت کی بنیاد پر

نہیں بلکہ استعداد اور صلاحیت کی بنیاد پر کیا جانا چاہیے، اور پورے حزم واحتیاط اور حکمت وتدبیر سے یہ بھی ملحوظ رہے کہ مدارس عربیہ کی سرزمین پر آنے والا یہ نہالِ تازہ کہیں طب وحکمت کا قلم نہ بن جائے، معاش اور اقتصادی ضرورت اسے انگریزی مدارس، عرب جامعات اور ان کے مشن ومقاصد کی تکمیل کا پرزہ نہ بنادیں اور اس طرح ہمارے ہاں کا یہ بہترین اور باصلاحیت جوہرِ قابل اپنی عمدہ اور بے نظیر صلاحیتوں کو کہیں زندگی کے دوسرے مقاصد اور لایعنی میدان میں منتقل نہ کردے، اس سلسلہ میں وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے زیرِ انتظام ملکی اور بین الاقوامی سطح پر مختلف تحقیقی، تصنیفی، تبلیغی اور علمی شعبے قائم کرکے ٹھوس منصوبہ بندی سے ایک جامع اور ممکن العمل لائحہ عمل تیار کیا جاسکتا ہے، اولین مرحلے میں تجرباتی طور پر چھوٹی سطح پر کام شروع کرکے روشن مستقبل اور خوش آئند انقلاب کو یقینی بنایا جاسکتا ہے۔

(۴)......فضلاء کو کسی بھی مناسب شعبۂ اشاعت وخدمت دین میں کوئی ذمہ داری سپرد کردینے کے بعد اس پر کڑی نظر رکھنی چاہئے کہ جو خدمت ان کے سپرد کی ہے کیا واقعۃً بھی وہ ان کی صلاحیتوں کا صحیح استعمال ہے اور وہ اس خدمت کو کماحقہ انجام دے سکتے ہیں۔

(۵)......اور اگر خدانخواستہ کچھ ایسے فضلاء بھی معلوم ہوجائیں، جو بدقسمتی سے زندگی کی علمی ودینی نہج کو تبدیل کرنا چاہتے ہیں تو ان کی مجبوریوں کا جائزہ لیا جانا چاہئے، تاکہ ممکن اور بروقت مداوا کیا جاسکے اور دوسروں کو بھی ایسی بدترین صورتِ حال سے دوچار ہونے سے بچایا جاسکے۔

بہرحال اس سلسلہ میں جو قدم بھی اٹھایا جائے اور مستقبل کی جیسی بھی تعمیر کی جائے، ماضی کے تجربات کو قطعاً فراموش نہیں کرنا چاہئے، تعلیم وتربیت، ضبط وکنٹرول، تنظیم وتحریک اور فضلاء کی سرپرستی ورہنمائی کا واحد مقصد ''الدین'' ہونا چاہئے، ماضی میں بھی یہی ہوتا رہا، اور آئندہ بھی یہی ہونا چاہئے ''الدنیا'' کا کسی قسم کا پیوند لگانے کی اجازت نہیں دینی چاہئے۔حقیقت بھی یہی ہے اور ملت کی اسلامی تاریخ اس پر گواہ ہے کہ علمی اور روحانی کمالات کو دنیوی جاہ ومنصب کی خواہش سے کم تعلق رہا ہے، دینی مدارس، سلسلہ انتظام، اصول ترقی، انضباط قواعد اور کثرت مصارف کے لحاظ سے جس قدر بھی بلند معیار تک پہنچ جائیں، فضلاء کو اہم ملکی وسیاسی عہدے تو ملتے رہیں گے مگر یاد رہے، کہ جس قدر بھی تحصیل جاہ ومنصب کا پلہ بھاری ہوتا جائے گا، علمی اور روحانی کمالات کا وزن کم ہوتا جائے گا، پھر علم، علم کیلئے نہیں بلکہ جاہ وثروت حاصل کرنے کیلئے سیکھا جائے گا۔ ولا فعلہا اللہ

☆......☆......☆

موجودہ صورتحال میں دینی مدارس کے وابستگان کیا کریں؟

مولانا عبدالقدوس محمدی زیدمجدہ

یہ ان دنوں کی بات ہے جب کورونا خوف اور وحشت کی علامت تھا۔ ہر طرف خوف کا سناٹا تھا۔لوگوں نے اپنے پیاروں کی میتیں وصولنے اور تجہیز وتکفین سے راہ فرار اختیار کر لی تھی۔حرمین شریفین سے لے کر دنیا بھر کی مساجد تک بند ہوگئی تھیں۔ بڑے بڑے لوگ قرنطینہ میں چلے گئے تھے۔ایسے میں پاکستانی علماء کرام نے اپنی حکمت، بصیرت، تدبر اور کامیاب حکمت عملی کے ذریعے مساجد کھلی رکھیں۔یوں تو یہ سعادت اور اس کا اجر وثواب ہر پاکستانی مسلمان کے حصے میں آیا لیکن اس معاملے میں شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی، حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری، حضرت مولانا ڈاکٹر عادل خان شہید اور مولانا مفتی منیب الرحمٰن پیش پیش رہے اور قیادت کا حق ادا کیا۔اس کار خیر کے لیے عملی اور اجتماعی آواز سب سے پہلے اسلام آباد راولپنڈی سے بلند ہوئی اور جڑواں شہروں کے علماء کرام بالخصوص حضرت مولانا پیر عزیز الرحمٰن ہزاروی صاحب اور حضرت مولانا قاضی عبدالرشید صاحب نے ایسا کردار ادا کیا جو آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔اسی طرح کراچی اور سندھ کے علماء کرام اور ائمہ مساجد نے ایک نئی تاریخ رقم کی۔یوں اللہ رب العزت کے فضل وکرم سے مساجد آباد رہیں اور کریم رب نے پاکستانی مسلمانوں کے حال پر کرم فرمایا اور کورونا سمیت دیگر بہت سی تباہیوں اور وباؤں کی تباہ کاریوں سے محفوظ رکھا الحمدللہ۔

پاکستان میں لاک ڈاؤن تھا۔ کاروبار زندگی معطل تھا۔تعلیمی ادارے بند تھے۔ تاجر تنظیموں سے لے کر پرائیویٹ اسکولز اور اساتذہ کی تنظیمیں سراپا احتجاج تھیں۔امید اور امکان کی کوئی کرن نظر نہیں آرہی تھی۔ایسے میں دینی مدارس کی بندش ایک بہت بڑا مسئلہ تھا، بظاہر مدارس کے کھلنے کی کوئی صورت دکھائی نہ دے رہی تھی۔ایسے ہی بحرانوں میں قیادت کا امتحان ہوتا ہے۔صرف مدارس کھلنے کا معاملہ ہی نہیں، مدارس میں امتحانات کا انعقاد زیر غور تھا۔اس موقع پر اکثر لوگوں کی رائے تھی کہ مدارس میں امتحانات لیے بغیر ہی ترقی دے دی جائے۔میرے جیسے کم علم اور کم عمر طلبہ تو باقاعدہ امتحانات رکوانے کے لیے مہم چلا رہے تھے،حتی کہ ہر دینی کاز ہر ہمت اور جرات واستقامت سے ڈٹنے والے مولانا ڈاکٹر عادل خان صاحب بھی امتحانات نہ کروانے کی رائے کا اظہار کر رہے تھے لیکن مولانا محمد حنیف جالندھری کا اصرار تھا کہ امتحانات ہونے چاہئیں اور مولانا قاضی عبدالرشید، مولانا حسین احمد اور دیگر

قائدین وفاق ان کے ساتھ کھڑے تھے۔ ان کی دلیل یہ تھی کہ بحران کے اس وقت میں محض پرچے ہی نہیں ہوں گے بلکہ دینی مدارس کی اجتماعیت، حسن انتظام کا بھی امتحان ہوگا۔ بالآخر امتحانات کا فیصلہ کیا گیا، سب لوگ دانتوں میں انگلیاں دابے حیرت سے اس منظر کو دیکھ رہے تھے۔ وفاق المدارس کے امتحانات ہوئے اور خوب ہوئے۔ وفاق المدارس کی قیادت، وفاق المدارس کے ذمہ داران، وفاق المدارس کے کارکنان اور وفاق المدارس کا نظام بروئے کار آیا اور خوب آیا۔ پھر رفتہ رفتہ مدارس کھل گئے۔ مدارس کی رونقیں بحال ہوگئیں اور اللہ رب العزت نے مدارس سے بلند ہوتی قال اللہ وقال الرسول کی صداؤں اور معصوم بچوں کی دعاؤں کی برکت سے پاک وطن اور اس کے عوام پر کرم فرمادیا اور ہم کورونا کی تباہ کاریوں سے بچ گئے، الحمدللہ علی ذالک۔

پھر صرف یہی نہیں بلکہ دینی مدارس میں درس وتدریس کا آغاز سب سے پہلے ہوا۔ 5 اگست سے مدارس کھولے گئے، درس وتدریس کا سلسلہ شروع ہوا جبکہ اسکولز 15 ستمبر سے بھی مشکل سے کھلے۔ مجھے اسکولز کی نمائندہ تنظیموں کے کئی اجلاسوں میں جانے کا موقع ملا، بعض ایسے ایسے اجتماعات میں بھی شریک ہوا جس میں ملک بھر کے تمام پرائیویٹ اور سرکاری اسکولز کی نمائندہ تنظیموں کے قائدین کی بڑی تعداد موجود تھی، اسکولز کی قیادت کی حالت، افتراق، بے بسی دیکھ کر اندازہ ہوا اور بارہا سجدہ شکر بجالایا کہ اللہ رب العزت نے ہمیں وفاق المدارس اور اتحاد تنظیمات مدارس کی شکل میں کتنی بڑی نعمت عطا فرمائی ہے الحمدللہ ثم الحمدللہ۔

اب ایک بار پھر کورونا کی دوسری لہر نے سر اٹھایا ہے، دوبارہ سے لاک ڈاؤن، پھر سے وہی ماحول ہے، پھر سے تعلیمی اداروں کی بندش اور پھر سے خطرات کے سائے منڈلانے لگے ہیں، ایسے میں ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ ہم گزشتہ تجربے سے کچھ سیکھتے، سب لوگوں کی فکر ایک ہوتی، سب کی آواز ایک ہوتی، ہر طرف سے وفاق المدارس کی قیادت کے ساتھ یکجہتی کا اظہار کیا جاتا لیکن بہت افسوس کی بات یہ ہے کہ دینی مدارس کے بعض وابستگان، سوشل میڈیا کے نوخیز دانشوران اور تعلیم بیزار عناصر نے عجیب ماحول بنانے کی کوشش کی اور بہت سے سادہ لوح لوگ بھی دانستہ اور نادانستہ ان کی سازشوں شکار ہو کر دشمن کا کام آسان کرنے لگے۔ بندگان خدا! سوشل میڈیا کی تیلی جس جس کے ہاتھ میں ہے خدارا اس سے آگ تو نہ لگایا کیجیے۔ صرف اپنی آزاد مزاجی کی تسکین کے لیے مدارس کے پورے نظام اور ملک بھر کے دینی سلسلوں کو اجاڑ ڈالنے پر تو نہ تل جایا کیجیے۔

ہماری خوش قسمتی ہے دینی مدارس کی قیادت مولانا محمد حنیف جالندھری اور مولانا مفتی منیب الرحمٰن جیسے اہل بصیرت کے ہاتھوں میں ہے۔ مولانا مفتی محمد تقی عثمانی، مولانا فضل الرحمٰن اور دیگر قومی رہنماؤں کے ساتھ مشاورت کا سلسلہ مسلسل جاری رہتا ہے۔ وفاق المدارس کے قائدین ہم سب سے اچھی تقریریں کر سکتے ہیں، ہم سے زیادہ

میڈیا پر آ کر کلمہ حق بلند کر سکتے ہیں، کروڑوں لوگوں کی نظریں ان پر لگی ہوتی ہیں لیکن اس کے باوجود وہ وقتی واہ واہ کو سامنے رکھتے ہیں نہ طعنوں اور تبصروں کو خاطر میں لاتے ہیں۔ انہوں نے حکومتی اور سرکاری معاملات کو بھی پیش نظر رکھنا ہوتا ہے، مدارس کو مشکلات سے بھی بچانا ہوتا ہے اور حکومت اور ریاستی اداروں کے ساتھ ہر قسم کی محاذ آرائی سے بھی بچنا ہوتا ہے۔ ہر کسی کے سامنے ہر پہلو نہیں ہوتا، نہ ہو سکتا ہے۔ اگر اور کچھ نظر نہ آئے، سمجھ نہ آئے تو صرف اتنا کیا کریں اپنے قریب کی کسی مسجد و مدرسہ میں جا کر اللہ کا پاک کلام پڑھنے والے بچوں کو دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی کر لیا کریں۔ اپنے کابر پر تبصرے اور پوسٹیں کرنے سے قبل اتنا سوچ لیا کریں کہ وہ ہمارے مدارس کے پہریدار ہیں۔

ہمارے قائدین اپنے حصے کا کام کر رہے ہیں اور خوب کر رہے ہیں لیکن ہمیں بھی تو چند کام کرنے کی ضرورت ہے:

1۔ اپنے بڑوں پر اعتماد رکھیے، اگر نائن الیون کے بعد سے لے کر گزشتہ بیس برسوں میں کوئی مدارس کا کچھ نہیں بگاڑ سکا، حالانکہ بہت دباؤ تھا، بہت مشکل حالات تھے تو ان شاء اللہ آئندہ بھی کوئی مدارس کا کچھ نہیں بگاڑ پائے گا۔

2۔ اپنی اجتماعیت اور اپنی صفوں پر نظر رکھیے کہ ہمارا سب کچھ اللہ رب العزت کی نصرت کے بعد اسباب کے درجے میں اجتماعیت اور وحدت صفوف ہی ہے۔ وفاق المدارس ہمارا سائبان اور چھت ہے اللہ رب العزت اسے سلامت رکھیں، آمین۔

3۔ علاقائی سطح پر اجتماعیت اور باہمی رابطوں کا اہتمام کیجیے۔ اس سلسلے میں اسلام آباد راولپنڈی کی مثال سامنے رکھیے، الحمدللہ ہمارے جڑواں شہروں میں علماء کرام، اکابر کی برکت سے باہم متحد ہیں، منظّم ہیں، انتظامیہ سے رابطے میں رہتے ہیں، قائدین سے مسلسل رہنمائی لیتے ہیں تو ان دونوں شہروں کا منظر نامہ ہی مختلف ہے۔

4۔ اجتماعی معاملات میں تھوڑی ہمت، جرات، استقامت کی ضرورت ہوتی ہے۔ کوئی سرکاری اہلکار آ جائے تو گھبرا اور گڑ بڑا جانے کی بجائے اس سے پورے اعتماد کے ساتھ بات کیجیے، ڈھنگ سے ڈیل کیجیے۔ کورونا کی پہلی لہر کے دوران جب ہر طرف خوف کا عالم تھا، ایسے میں میرے برادر صغیر مولانا عبدالرؤف محمدی سیکرٹری اطلاعات پاکستان شریعت کونسل کو جمعہ پڑھانے کی پاداش میں گرفتار کیا گیا، اس پر بھرپور ردعمل کا مظاہرہ کیا گیا، الحمدللہ ان کی گرفتاری اور گرفتاری پر دیے جانے والے ردعمل سے خوف کی فضا ختم ہوئی، جبر کا ماحول ٹوٹا، نوجوانوں میں حوصلہ پیدا ہوا اور مولانا عبدالرؤف گرفتاری کی وجہ سے ہیرو بن کر لوٹے، سوشل میڈیا میں اور علاقائی طور پر خاص طور پر مذہبی معاملات میں فائدہ ہوا، ارے بھائی! لوگ اگر سیاست اور زمینوں کی خاطر اسٹینڈ لے سکتے ہیں اور گرفتاریاں اور مسائل برداشت کر سکتے ہیں تو دین کے لیے تو یہ سب بڑی سعادت کی بات ہے، سر اٹھا کر جینے کا ہنر سیکھیے ورنہ کوئی نہیں جینے دے گا۔ اللہ ہمارا حامی و ناصر ہو، آمین۔ ☆☆

مساجد و مدارس کا تحفظ لازم ہے

جناب اشفاق اللہ جان داجوی

مملکت خداداد پاکستان کے گوشے گوشے میں پھیلی مساجد اور مدارس کو اسلامی دنیا میں نمایاں مقام حاصل ہے، یہ ایک وسیع نیٹ ورک ہے، الحمدللہ ان کا انتظام وانصرام مسلمانانِ پاکستان اپنی مدد آپ کے تحت جاری وساری رکھے ہوئے ہیں۔ انہی مساجد و مدارس کی بدولت اللہ رب العزت کے نور سے اس پاک سرزمین کا چپہ چپہ روشن ہے۔ قیام پاکستان کے وقت وطن عزیز میں مساجد و مدارس زیادہ بڑی تعداد میں موجود نہ تھے تاہم اس وقت کے اکابر ملت امید کی کرن بن کر نمودار ہوئے اور اپنی مخلصانہ محنت اور پرعزم جدوجہد کے ذریعے شرک والحاد کی آندھیوں میں علوم ومعارف کے لئے چراغ روشن کئے، جو شمع ہدایت بن کر پاکستان کے ارض وسماء کو مینارہ نور بنائے ہوئے ہیں۔ یہ وہ قلعے ہیں جن کی بدولت پاکستان میں اسلام کی جڑیں مضبوط ہیں اوران جڑوں کے ساتھ اہل پاکستان کے دل جڑے ہوئے ہیں۔ انہیں کمزور کرنے کے لئے مختلف ادوار میں ان مراکز کو نشانہ بنایا گیا، انہیں جھوٹے پروپیگنڈے میں الجھایا گیا، طرح طرح کی پابندیوں کے ذریعے انہیں کنٹرول کرنے کہ کوشش کی گئی لیکن الحمدللہ آج تک کوئی کوشش کامیاب نہ ہوسکی۔ کلمہ طیبہ کے نام پر بنے پاکستان میں روز اول سے لیکر آج تک کبھی حکومتی سطح پر وسائل مہیا کرنا تو دور کی بات، کبھی ان اداروں کی جانب غیر متعصّبانہ نظر سے دیکھا بھی نہیں کہ ان مدارس نے شرح خواندگی میں کیا کردار ادا کیا، غریب اور نادار پاکستانیوں کو مفت تعلیم، رہائش اور دوسری ضروریات زندگی مہیا کرنے میں کیا کردار ادا کیا؟۔ کبھی عصری علوم کے اداروں جن پر اربوں روپے قوم کے خرچ ہوتے ہیں اور قوم ہی کے بچوں سے لاکھوں روپے فیس لیتے ہیں کا موازنہ ان مدارس سے کیا۔ اگر تعصب کی عینک اتار کر دیکھا جائے تو پتا چلے کہ اگر حکومت قرآن وحدیث کے علم کے حصول میں آسانیاں پیدا کرے تو پوری دنیا سے لاکھوں طلبہ پاکستان کے مدارس میں داخلہ لیں گے، اس کے برعکس پاکستان کی ایسی کونسی یونیورسٹی ہے جس میں داخلے کا کوئی غیر ملکی طالب علم سوچ بھی سکتا ہے؟ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ ان لوگوں کو جو مدارس چلاتے ہیں اوران کی مالی امداد کرتے ہیں حکومت ان کو قدر کی نگاہ سے دیکھتی، الٹا ان کے لئے مشکلات پیدا کرنا کہاں کی دانشمندی ہے؟ حکومت خود تو مندروں اور گرجا گھروں کیلئے

زمین دے اور مسلمانوں کو مساجد اور مدارس کو زمین دینے اور امداد دینے سے روکیں۔

کچھ تو ہسپتال کے ساتھ معاونت پر سینٹر بنے اور کسی کو رب کی رضا کی خاطر اپنا مال خرچ کرنے کی اجازت بھی نہیں، کبھی ان پالیسی ساز لوگوں نے سوچا ہے کہ ایک دن مرنا ہے اور رب العالمین کے حضور پیش ہو کر حساب بھی دینا ہے۔

موجودہ حکومت جس روز سے اقتدار میں آئی ہے اسی روز سے دانستہ یا غیر دانستہ طور پر ایسے اقدامات سامنے آرہے ہیں جن سے مذہبی طبقے میں تشویش پیدا ہوئی، گزشتہ دنوں پاکستان کی پارلمینٹ نے ایف اے ٹی ایف کی ایماء پر پاکستان کے انہی مدارس و مساجد کے حوالے سے ایک قانون پاس کیا جس سے یہ تاثر پیدا ہوا کہ بیرونی طاقتوں کی ایماء پر بنائے گئے اس قانون سے مساجد و مدارس کی سلامتی اور خود مختاری کے لئے خطرات جنم لے چکے ہیں۔ ہماری دینی قیادت نے اس قانون کو ان مراکز کی آزادی و خود مختاری کو ایک بار پھر نقصان پہنچانے کی کوشش قرار دیا ہے۔ اس قانون کو جس عجلت میں پاس کیا گیا اور اس عمل میں اپوزیشن کو جس طرح بلڈوز کیا گیا اس سے شکوک وشبہات یقین بن گئے ہیں۔ پارلیمنٹ نے ایف اے ٹی ایف کے تقاضوں کو پورا کرنے کیلئے ایک ہی رات میں متعدد بل پاس کر کے انہیں ایکٹ کی شکل دی، ان میں ایک ایکٹ وقف جائیدادوں سے متعلق تھا، اس کی زد میں دینی مدارس و جامعات، مساجد اور دیگر ادارے آتے ہیں، اس کی بابت وسیع مشاورت ہونا چاہیے تھی لیکن حکومت نے باقاعدہ منصوبہ بندی کے تحت انتہائی عجلت میں جو ایکٹ پاس کیا ہے، اس کے بارے میں ملک کی دینی قیادت تحفظات کا شکار ہے۔ اپوزیشن جماعتوں کی جانب سے اس بل کے جواب میں کچھ ترامیم تجویز کی تھیں، لیکن اپوزیشن نے واک آؤٹ کر دیا تھا، اس لیے وہ ترامیم پیش نہ ہو سکیں۔ اسپیکر قومی اسمبلی اگر چاہتے تو وہ ترامیم کسی سرکاری ممبر کے ذریعے پیش کرا سکتے تھے لیکن انہوں نے بھی جانبداری کا مظاہرہ کیا۔ جے یو آئی اور جماعت اسلامی کے اراکین پارلیمنٹ نے اس بل کی شدید مخالفت کی اور اسے پاکستان کی مساجد و مدارس کے خلاف سازش قرار دیا، پھر تنظیمات مدارس نے بھی اسے مسترد کر دیا لیکن حکومت ابھی تک ٹس سے مس ہوتی نظر نہیں آرہی۔

یہ قانون ہے کیا اور اس کے کیا اثرات رونما ہوں گے؟ یہ بات سمجھنا نہایت ضروری ہے۔ پارلیمنٹ نے ایف اے ٹی ایف کے تقاضوں کو پورا کرنے کیلئے وفاقی دارالحکومت اسلام آباد اور اس کے ملحقات کیلئے "وقف پراپرٹیز ایکٹ 2020'' پاس کیا ہے، اس قانون کی پہلی شق کے مطابق یہ ایکٹ وفاقی دارالحکومت اسلام آباد کی حدود میں وقف جائیدادا ایکٹ 2020ء کہلائے گا، اس کا دائرہ کار وفاقی دارالحکومت کی حدود تک محدود ہوگا اور یہ فوری طور پر نافذ العمل ہوگا۔ ظاہر ہے کہ آگے چل کر چاروں صوبوں، آزاد کشمیر اور گلگت بلتستان کیلئے بھی اس کی روشنی میں ایسے ہی

ایکٹ بنیں گے۔اس کی شق 3 میں کہا گیا ہے:

(۱)"چیف کمشنر اسلام آباد و وفاقی دارالحکومت علاقہ جات کیلئے ناظمِ اعلیٰ اوقاف کا تقرر کرے گا اور بذریعہ حکم ایسی تمام وقف املاک جو اسلام آباد و وفاقی دارالحکومت کی علاقائی حدود کے اندر واقع ہیں، بشمول اس سے متعلق تمام حقوق، اثاثہ جات، قرضہ جات، واجبات اور ذمہ داریاں اس کے زیر اختیار دے سکتا ہے۔

(۲) کسی شخص کا ناظم اعلیٰ کے طور پر تقرر نہیں کیا جائے گا تاوقتیکہ وہ ایک مسلمان ہو اور ایسی قابلیت کا حامل ہو جیسا کہ وفاقی حکومت کی جانب سے صراحت کی گئی ہو۔

(۳) ناظمِ اعلیٰ، اوقاف اسلام آباد و وفاقی دارالحکومت: ناظمِ اعلیٰ کے نام سے ایک واحد کارپوریٹ ادارہ ہوگا جو دوامی تسلسل اور مخصوص مہر کا حامل ہوگا اور وہ اپنے کارپوریٹ کے نام سے مقدمہ دائر کر سکے گا اور اس کے خلاف بھی مقدمہ ہو سکے گا۔

(۴) ناظمِ اعلیٰ، وفاقی حکومت کی نگرانی میں اپنے فرائض سرانجام دے گا''۔

مندرجہ بالا دفعہ تین (۲) میں ناظمِ اعلیٰ کی مطلوبہ کوالیفکیشن میں اُس کا مسلمان ہونا لازمی قرار دیا گیا ہے، کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ ایکٹ صرف مسلمانوں کے اوقاف سے متعلق ہے اور غیر مسلموں کے اوقاف پر ان قوانین کا اطلاق نہیں ہوگا اور نہ اُن پر ایسی پابندیاں عائد ہوں گی جو اس قانون کا تقاضا ہیں؟ مذکورہ ایکٹ میں دفعہ 21 کی شق 2 کے تحت ناظمِ اعلیٰ کے دائرۂ اختیار کے بارے میں درج ہے:" ناظمِ اعلیٰ اوقاف کسی ایسی وقف جائیداد کے بارے میں، جسے انتظامیہ نے اپنے کنٹرول میں نہیں لیا یا اُس کا ایسا ارادہ نہیں، وقف کے اہتمام، کنٹرول اور دیکھ بھال کے بارے میں ایسی ہدایات جاری کر سکتا ہے جنہیں وہ ضروری سمجھے، بشمول ایسے خطاباتی لیکچرز پر پابندی کے بارے میں جو پاکستان کی خودمختاری اور یکجہتی کے بارے میں متعصّبانہ ہوں یا مختلف مذہبی فرقوں یا گروہوں کے بارے میں نفرت انگیزی کے جذبات پر مبنی ہوں، اسی طرح ایسے شخص کو اپنے خطابات یا لیکچرز کے ذریعے جماعتی سیاست میں ملوث ہونے سے روک سکتا ہے، اوقاف کا ناظم ایسے احکامات اور ہدایات کی تعمیل کرائے گا''۔اس میں محکمۂ اوقاف کے ایک افسر کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ وہ ازخود یہ فیصلہ کرے گا کہ آیا کوئی خطبہ، خطاب یا لیکچر ملکی خودمختاری اور سلامتی کے منافی ہے، مذہبی اور گروہی فرقہ واریت پر مبنی ہے اور اس سے جماعتی سیاست کا تاثر ملتا ہے، یہ تو اس کے ہاتھ میں ایسا ہتھیار آجائے گا کہ جسے جب چاہے جائز و ناجائز استعمال کرتا پھرے، وہ اپنے اس عمل کے بارے میں خود کسی کو جوابدہ نہیں ہے۔ ہونا تو یہ چاہیے کہ علماء اور اعلیٰ تعلیم یافتہ ماہرین پر مشتمل ایسا بااختیار کمیشن ہو، جس کے پاس یہ افسر شکایت درج کرے اور اپنی شکایت کے ساتھ ثبوت وشواہد بھی پیش کرے، وہ کمیشن متعلقہ عالم یا خطیب کا موقف سن

کر فیصلہ کرے۔قرآن وحدیث اور فقہ اسلامی کی بیشتر تعلیمات ایسی ہیں، جنہیں سن کر کوئی شخص ازخود رائے قائم کر سکتا ہے کہ اس سے فلاں کو ہدف بنایا گیا ہے۔

مذکورہ بالا ایکٹ کی دفعہ 9 بعنوان "متفرق معلومات'' میں کہا گیا ہے: "دفعہ 9 کے تحت وقف یا ناظمِ وقف رپورٹنگ اتھارٹی کو اینٹی منی لانڈرنگ ایکٹ نمبر 7 مجریہ 2010' کے تحت بیان کردہ طریقہ کار کے مطابق اپنے ذرائع کو واضح کرے گا''۔اندیشہ ہے کہ اس کی رُو سے دینی اداروں کو عطیات دینا ایک مشکل امر بن جائے گا اور رفاہی اداروں کے لنگر خانے، جن کی وزیراعظم تحسین کرتے ہیں، بند ہو جائیں گے یا یہ قانون ایسا ذریعہ بن جائے گا کہ Choose & Pick کے ذریعے جسے چاہیں گے، ہدف بنائیں گے۔اسلامی قانون اور جدید فلسفہ قانون یہ ہے کہ آپ بے قصور ہیں تاوقتیکہ آپ کا قصور ثابت نہ ہو جائے، منی لانڈرنگ کے قانون کا وقف پر مبنی دینی مدارس و جامعات، مساجد اور رفاہی اداروں پر اطلاق بے چینی کا سبب بن سکتا ہے یوں حکومت کے بارے میں لوگوں کے ذہنوں میں بداعتمادی بڑھے گی۔

یہ قانون بدنیتی پر مبنی ہے جسے دینی طبقات کسی صورت قبول نہیں کریں گے، بنیادی طور پر فیٹف کے نام پر منظور کردہ وقف املاک سے متعلق موجودہ قانون مساجد، دینی مدارس اور اسلامی تعلیمات کو فروغ دینے کے لیے قائم دیگر اداروں پر غیر ضروری قواعد وضوابط لاگو کر کے ان اداروں کے لیے املاک وقف کرنے کی حوصلہ شکنی کی گئی ہے، جو کہ سراسر ایک اسلامی فلاحی ریاست کے تصور کے بھی منافی ہے۔آئین کی دفعہ 227 (1) کے مطابق اسلام کے خلاف کوئی قانون سازی نہیں ہو سکتی۔وقف کا اسلامی تعلیمات میں بہت اہم مقام ہے، وقف خالصتاً اللہ کی رضا و خوشنودی کے لیے قائم کیا جاتا ہے۔موجودہ ایکٹ جو کہ ایف اے ٹی ایف کے نام پر منظور کیا گیا ہے، موجودہ قانون میں وقف کے اسلامی تصور کو سرے سے تسلیم ہی نہیں کیا گیا اور موجودہ وقف کا قانون بنیادی انسانی حقوق سے بھی متصادم ہے۔یہ ہے وہ تبدیلیاں جن کے ذریعے مساجد و مدارس کی آزادی وخودمختاری پر سوالیہ نشان نظر آرہا ہے۔ حکومت نے اس کی منسوخی کیجانب قدم نہ بڑھایا تو دینی حلقوں میں بے چینی بڑھے گی، اس لئے بہتر ہے حکومت اس قانون کی اصلاح کرے اور بیرونی دباو سے نکلے۔



شخصیت

شیخ الحدیث والتفسیر مولانا مفتی زرولی خان رحمۃ اللہ علیہ

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق

مولانا نریداحمد نعمانی

استاذ گرامی قدر شیخ التفسیر والحدیث مفتی محمد زرولی خان بھی علالت و بیماری کا طویل اور صبر آزما مرحلہ گزار کر رب کریم کے حضور پہنچ گئے۔ **انا للّٰہ وانا الیہ راجعون ان للّٰہ مااخذ ولہ مااعطی وکل شئی عندہ باجل مسمی فلنصبر و لنحتسب. اللھم لاتحرمنا اجرہ ولا تفتنا بعدہ.**

انسان دنیا میں آنکھ کھولتا ہے تو واپسی کا ایک دن معین ہوتا ہے۔ حق تعالیٰ نے جس کے لیے جتنی سانسیں مقدر کردی ہیں، ان میں کمی ہوتی ہے نہ زیادتی۔ موت سے کسی کو مفر نہیں، لیکن کسی کی موت اس کے خاندان اور قرابت داروں کے لیے دکھ اور صدمے کا باعث بنتی ہے اور کسی کی موت پر عالم سوگوار دکھائی دیتا ہے۔ کراچی کے علاقے گلشن اقبال میں حضرت الشیخ کے جنازے میں محض شرکت کی سعادت کے حصول کے لیے جوق در جوق آنے والے محبین ومتوسلین، تلامذہ ومریدین اور عوام الناس کو دیکھ کر یہ احساس تازہ ہو گیا اور ذہن میں حافظ شیرازی کا شعر گونجنے لگا۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت ست برجریدۂ عالم دوامِ ما

یعنی جس کا دل عشق (خداوندی) سے زندہ ہو چکا ہو، اسے موت نہیں آسکتی، کہ دنیا کے صحیفے پر اس کی بقا لکھ دی جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جو علم وفضل براہ راست اپنے حبیب جناب خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عطا فرمایا، حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے واسطے اور طفیل سے امت محمدیہ علیٰ صاحبھا الصلوۃ والسلام میں اس کا تسلسل آج بھی جاری وساری ہے۔ دینی مدارس اور ان سے وابستہ علماء، طلبہ اس کا مظہر ومصداق ہیں۔ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قرب قیامت کی جو علامات اور نشانیاں ارشاد فرمائی ہیں، ان میں ایک بڑی نشانی علوم نبویہ کا روئے ارض سے اٹھالیا جانا ہے اور علم کا زوال معنوی نہیں بلکہ حسی ہوگا جس کی علامت باعمل علماء

کرام کی موت ہوگی۔ اس اعتبار سے دیکھا جائے تو رواں سال کے آغاز سے اب تک ملک و بیرون ملک وقفے وقفے سے کئی جید، ذی قدر، صاحب علم وعمل اور محبوب ومقبول شخصیات کا دنیا سے اٹھ جانا لمحہ فکریہ ہے۔

استاذ محترم مفتی محمد زرولی خان بھی ان شخصیات میں سے تھے جنہیں دیکھ کر، سن کر اور جان کر اکابر واسلاف کی یاد زندہ ہوجاتی اور آج کے پرفتن وپرآشوب دور میں دین کا صحیح مزاج ومذاق سمجھنے میں مدد ملتی۔ آپ اہل علم کی اس نسل سے تعلق رکھتے تھے جس نے محدث جلیل علامہ سید محمد یوسف بنوری قدس سرہ سے رشتہ تلمذ قائم کرنے کا شرف حاصل کیا، تاہم جس سن میں آپ نے جامعۃ العلوم الاسلامیہ کے اندر دورہ حدیث میں داخلہ لیا، اس کے آغاز میں ہی حضرت بنوری کا وصال ہوگیا اور تکمیل صحیح البخاری مفتی ولی حسن ٹونکی قدس سرہ نے کرائی۔ یوں زمانی اعتبار سے آپ کو زیادہ تقدم اور سبقت حاصل نہ تھا، لیکن بایں ہمہ تفسیر وحدیث، علم وتحقیق، فقہ وفتاویٰ، تاریخ وفلسفہ، تصوف وتزکیہ، ترویج توحید وسنت، قمع بدعت والحاد، اصلاح کردار وعمل، امامت وخطابت جیسے متنوع میدانوں میں اللہ رب کریم نے جس مقام ومرتبہ پر آپ کو فائز فرمایا، وہ اخلاف وپس ماندگان کے لیے تو سبق آموز ہے ہی بہت سے ہم عصروں کے لیے بھی قابل رشک وتحسین رہا۔ بہ ظاہر اس مقام انفرادیت وامتیاز تک پہنچنے میں حضرت مفتی صاحب کے علمی وعملی ذوق، اتباع سنت اور اسلاف واکابر کے ادب واحترام کا خاص دخل تھا۔ یہ شاید حضرت کے اخلاص کا ثمر تھا کہ جامعہ عربیہ احسن العلوم نے دیکھتے ہی دیکھتے ظاہری وباطنی ترقی کے کئی مدارج طے کیے۔

کراچی میں جامعہ کے زیر انتظام ایک سے زاید شاخیں قائم ہوئیں جہاں قرآن وسنت کی ابتدائی، وسطانی تعلیم وتعلم، درس وتدریس اور تبلیغ واشاعت کے سلسلے قائم ہیں ۔ اس وقت جامعہ عربیہ احسن العلوم کے فضلاء وابناء کی تعداد ہزاروں میں ہے اور بے شمار ان میں سے امت کی راہنمائی اور دینی خدمت میں مشغول ہیں۔ بلاشبہ یہ حضرت کی باقیات الصالحات ہیں۔

حق تعالیٰ نے مفتی صاحب کے مزاج میں تصلب واستقامت، عزیمت وجرأت اور جمال وجلال کے جو اوصاف ودیعت فرمائے تھے، زندگی کے آخری لمحات تک اس کا ظہور ہوتا رہا۔ وفات سے تین دن قبل نماز جمعہ کی امامت وخطابت کا شرف حاصل کیا اور مخصوص انداز میں بعض احوال حاضرہ پر متنبہ کرتے ہوئے علماء کرام کی تیزی سے رحلت پر اظہار افسوس اور باحیات علماء کی قدر دانی اور ان سے استفادے کی تلقین فرمائی۔ اسی حق گوئی وبے باکی کے نتیجے میں چند سال قبل ایک اعصاب شکن اور پریشان کن دور ابتلا وآزمائش حضرت اور متعلقین جامعہ پر آیا۔ اس موقع پر حضرت کا رجوع الیٰ اللہ دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا۔ اسی حساس زمانے کی بات ہے کہ راقم کو ایک مرتبہ حضرت کی امامت میں نماز مغرب پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ بعد نماز حضرت کے معمول کا علم نہ تھا۔ سنن

واذکار سے فراغت کے بعد دیکھا کہ حضرت حاضرین کی طرف متوجہ ہوکر تشریف فرما ہیں اور طلبہ عزیز سمیت خود اوراد وظائف میں مصروف ۔راقم بھی حصول سعادت کی نیت سے بیٹھ گیا اور توقع کے برعکس نشست طویل رہی اور سری دعا پر اختتام پذیر ہوئی۔

حضرت کے دورہ تفسیر کو دنیا بھر میں شہرت وقبولیت حاصل تھی ۔طالبان علم قرآن اور ہم مزاج و ہم مذاق اس درس سے فائدہ اٹھانے کے لیے پہنچتے ۔امسال کورونا وباء کی وجہ سے دورہ تفسیر قرآن کریم کا انعقاد عمل میں نہ آ سکا تاہم مخلصین کی کوششوں کی برکت سے بذریعہ انٹرنیٹ ترجمہ وتفسیر کا درس نشر کیے جانے کا نظم قائم ہوا اور بحمداللہ تعالیٰ رمضان اور بعد رمضان جب تک مدارس میں باقاعدہ تعلیم وتدریس کے سلسلہ کا آغاز نہ ہوگیا، آپ کی نشست جاری رہی اور بفضلہٖ تعالیٰ قرآن کریم کی تکمیل ہوئی۔ دیکھنے والوں نے دیکھا کہ اس غیر روایتی درس قرآن میں بعض الہامی باتیں آپ کی زبان سے جاری ہوئیں، جن میں سے ایک تو خود عن قریب اپنی وفات کی پیشین گوئی تھی جبکہ سورہ فرقان کی اختتامی آیات پر جب آپ کو علامہ ڈاکٹر خالد محمود (لندن) کی وفات حسرت آیات کی خبر دی گئی تو آپ نے اشارہ فرمایا کہ دیکھو ہم اہل جنت کا تذکرہ پڑھ رہے ہیں اور ڈاکٹر صاحب کے انتقال کی اطلاع آ گئی۔

تقریر وخطاب کے دوران برموقع اور برجستہ فارسی، عربی اور اردو اشعار سے استشہاد وحوالہ حضرت کے ذوق ادب کا آئینہ دار تھا۔کسی بھی موضوع اور عنوان پر تقریر اس قدر منطقی، مربوط اور مدلل ہوتی کہ طلب صادق رکھنے والے شاد کام ہوجاتے اور تشویش زدہ انسان کو مقصدیت کا سراغ مل جاتا۔ راقم نے طلب علم کے سلسلے میں جو عرصہ مادر علمی جامعہ عربیہ احسن العلوم میں گزارا، باوجود اس کے کہ حضرت کو ہمیشہ فاصلے سے دیکھا لیکن کبھی بھی حضرت والا کو جبہ وجوتا اتارتے پہنتے، مسجد میں داخل وخارج ہوتے وقت خلاف سنت عمل کرتے نہیں دیکھا۔ایک دفعہ نماز فجر کی پہلی رکعت میں پوری سورہ واقعہ حضرت نے تلاوت فرمائی، اسی سے قرآن کریم سے حضرت کے عشق و تعلق کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔آخری دنوں میں بخاری شریف کا درس بھی آپ کی علمی فنائیت اور ولولے کی نشانی تھی۔بعض معاصرین سے علمی اختلاف پر آپ کا غیر لچک دار موقف زبان زد عام وخاص رہا، لیکن اس کے باوجود عاجزی وانکساری کا یہ عالم تھا کہ وبائی مرض پھوٹنے کے بعد ایک تقریر میں اپنے اس طرز عمل پر باری تعالیٰ سے معافی اور اصلاح حال کی توفیق مانگی۔

بہرحال حضرت الشیخ کے فراق وجدائی میں غم وحزن جامعہ عربیہ احسن العلوم کے در و دیوار سے ہویدا ہے، لیکن یہ موقع حسرت وافسوس کا نہیں صبر واحتساب سے کام لینے اور بزرگوں کے نقش قدم پر چلنے کے عزم مصمم کرنے کا ہے۔اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق ارزاں فرمائیں۔آمین!

کارکردگی وفاق

حضرت ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ

کا دورہ جامعہ دارالعلوم زبیریہ پشاور

مولانا مفتی سراج الحسن

میڈیا کوآرڈینٹر وفاق المدارس کے پی کے

۲۴رنومبر ۲۰۲۰ء بروز منگل وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے ناظم اعلیٰ شیخ الحدیث و مہتمم جامعہ خیر المدارس ملتان حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے وفاق المدارس اور علمائے کرام کے وفد کے ہمراہ جامعہ دارالعلوم زبیریہ پشاور کا دورہ کیا۔ آپ منگل کی شب رات نو بجے بذریعہ جہاز کراچی سے پشاور پہنچے۔ پشاور ائیر پورٹ پر وفاق المدارس صوبہ خیبر پختونخوا کے ناظم حضرت مولانا حسین احمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ، مولانا انس منور صاحب، خطیب جامع مسجد پشاور ائیر پورٹ اور راقم نے حضرت کا استقبال کیا۔ عشائیہ کی ترتیب جامعہ امدادالعلوم الاسلامیہ پشاور صدر میں تھی، چنانچہ وہ ائیر پورٹ سے سیدھا جامعہ امدادالعلوم الاسلامیہ مسجد درویش پشاور صدر تشریف لے گئے جہاں ادارہ کے مہتمم جناب حافظ محمد داؤد فقیر صاحب، نائب مہتمم حافظ محمد صاحب، ناظم جامعہ مولانا سلمان فدا صاحب اور دیگر اساتذہ وطلبہ نے ان کا پرجوش استقبال کیا۔ اس موقع پر جامعہ کے اساتذہ کرام بھی کثیر تعداد میں موجود تھے۔ ناظم جامعہ مولانا سلمان فدا نے فرداً فرداً تمام اساتذہ کا تعارف کرایا اور دفتر اہتمام میں جامعہ امدادالعلوم کے اساتذہ کرام کے ساتھ خصوصی نشست بھی ہوئی۔ ناظم اعلیٰ صاحب نے ایک موقر دینی جامعہ میں پرخلوص دعوت اور نشست پر نہایت مسرت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ علمائے کرام کی یہ دینی اور علمی نشست میرے لیے باعث مسرت وراحت ثابت ہوئی۔ انہوں نے جامعہ امدادالعلوم الاسلامیہ کے دینی وملی خدمات کو بھی سراہا۔

اگلی صبح ناشتے کا انتظام وفاق المدارس کے صوبائی ناظم حضرت مولانا حسین احمد صاحب نے اپنے گھر پر کیا تھا۔ جہاں جامعہ عثمانیہ پشاور کے مہتمم و شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی غلام الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے علاوہ کثیر تعداد میں علمائے کرام نے بھی شرکت کی۔ اس موقع پر حضرت مفتی غلام الرحمٰن صاحب اور حضرت مولانا حسین احمد صاحب کے ساتھ کچھ اہم امور پر خصوصی اجلاس بھی ہوا۔ ناشتہ کے بعد جامعہ عثمانیہ پشاور آمد ہوئی۔ جامعہ عثمانیہ کی خدمات کو زبردست الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا اور مزید ترقی کے لیے ناظم اعلیٰ صاحب نے خصوصی دعا کی۔ گیارہ

بجے دن کو جامعہ دارالعلوم زبیریہ تشریف لے گئے وہاں جامعہ کے اساتذہ وطلبہ نے استقبال کیا۔ پرنٹ والیکٹرانک میڈیا کے صحافی حضرات بھی کثیر تعداد میں موجود تھے جنہوں نے حضرت کی پریس کانفرنس اور خطاب کو خوب کوریج دی۔ جامعہ دارالعلوم زبیریہ میں ناظم اعلیٰ صاحب نے پریس کانفرنس اوراجتماع سے جوخطاب کیاافادہ عام کے لیے ماہنامہ وفاق المدارس میں شائع کیا جارہاہے۔

سلام وخطبہ مسنونہ کے بعد۔

حضرات علمائے کرام، اساتذہ کرام، طلبہ کرام اور معزز صحافی حضرات !......سب سے پہلے آپ تمام حضرات کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ اپنی تمام تر مصروفیات ترک کر کے مجھے اپنی ملاقات کا شرف بخشا۔ بالخصوص وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے صوبہ خیبر پختونخوا کے ناظم حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدظلہ العالی کا جنہوں نے آج کے اس پروگرام اور میری آمد کے موقع پر آپ سب حضرات کو یہاں آنے کی دعوت دی۔ جامعہ دارالعلوم زبیریہ پشاور میں جو المناک سانحہ ہوا اسی دن میں بیرونی سفر سے واپس پاکستان پہنچا اور دوران سفر مجھے بخار ہوا۔ پاکستان پہنچنے کے بعد بھی کئی دن تک اپنی علالت کی وجہ سے یہاں نہیں آسکا لیکن میرا دل جامعہ زبیریہ کے ساتھ تھا اور مسلسل وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے سینئر نائب صدر شیخ الحدیث ومہتمم جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک حضرت مولانا انوارالحق صاحب دامت برکاتہم العالیہ اور صوبائی ناظم حضرت مولانا حسین احمد صاحب کے ساتھ رابطہ میں تھا۔

جامعہ دارالعلوم زبیریہ پشاور کا سانحہ قومی اور ملی سانحہ ہے۔ ہماری نظر میں جامعہ دارالعلوم زبیریہ پر حملہ نہ صرف پاکستان کے تمام دینی مدارس وجامعات پر حملہ ہے بلکہ یہ علوم دین اور اسلام کی اساس پر حملہ ہے، اس لیے پاکستان کے تمام مدارس وجامعات اور ہزاروں ولاکھوں طلبہ وطالبات اسے اپنا سانحہ سمجھتے ہیں اور ہم سب تعزیت کے مستحق ہیں۔ ہم اس سانحہ کو پشاور آرمی پبلک سکول کے سانحہ سے کسی طور سے کم نہیں سمجھتے، وہ بھی علم پر حملہ تھا یہ بھی علم پر حملہ ہے۔ جس طرح اس سانحہ کا کرب ودرد محسوس کیا گیا اور ہم نے صرف مذمت پر اکتفا نہیں کیا بلکہ دینی مدارس کے اساتذہ وطلبہ نے خون کے عطیات بھی دیے اور مدارس میں شہداء کے لیے بلندی درجات اور زخمیوں کی جلد صحت یابی کے لیے ختم قرآن اور دعاؤں کا اہتمام بھی کیا، لیکن آج مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ جامعہ دارالعلوم زبیریہ پشاور پر حملہ کو اس انداز میں نہیں لیا گیا جس انداز میں لیا جانا چاہیے تھا اور اس کے درد وکرب کو پشاور آرمی پبلک اسکول کی طرح محسوس نہیں کیا گیا، ہمارے ساتھ امتیازی رویہ رکھا گیا، دینی مدارس اور اس سے وابستہ افراد ہمیشہ امتیازی اور جانبدارانہ رویہ کا شکار رہے۔ اس امتیازی سلوک کو اب ختم کرنا ہوگا۔ معاندانہ رویہ سے مسائل بڑھیں گے۔ مدارس میں امن وسلامتی کی تعلیم دی جاتی ہے فرقہ واریت سے تعلق جوڑنا افسوناک ہے۔ وزیراعظم پاکستان اور دیگر اعلیٰ قیادت کو فوری طور یہاں

آنا چاہیے تھا۔ وزیراعلیٰ خیبرپختونخوا اور گورنر اس کا بھرپور نوٹس لیتے لیکن ہماری اطلاعات اور معلومات کے مطابق اس سانحہ کے مجرموں اور پس پردہ سازش اور عناصر تک پہنچنے میں کوئی اطمینان بخش پیش رفت نہیں ہوئی ہے، لہٰذا ہم اس امتیازی رویہ کی بھرپور مذمت کرتے ہیں اور مطالبہ کرتے ہیں کہ جلد از جلد اس قومی اور ملی سانحہ کے مجرموں کو گرفتار کر کے پس پردہ سازش کو بے نقاب کیا جائے۔ شہداء اور زخمیوں کے ساتھ جس انداز سے تعاون ہونا چاہیے تھا وہ بھی اس درجہ کا نہیں جو اس سانحہ کا تقاضہ تھا۔ اسی طرح اس سانحہ میں جو طلبہ زخمی ہوئے ہیں ان کے حوالے سے جو اقدامات کیے گئے ہیں ان کو ناکافی سمجھتے ہیں۔ لہٰذا ہمارا مطالبہ ہے کہ سانحہ زبیریہ کو اے پی ایس کے برابر پیکج دیا جائے۔ ہم تمام شہداء کی شہادتوں کو سلام پیش کرتے ہیں اور ان کے لواحقین سے تعزیت کا اظہار کرتے ہیں اور زخمیوں کی جلد صحت یابی کے لیے دعا گو ہیں۔ اور وفاق المدارس العربیہ پاکستان جامعہ زبیریہ کے ساتھ کھڑا ہے۔

دینی مدارس کا تحفظ کا پاکستان کا تحفظ ہے اگر مدارس، مساجد اور علماء محفوظ نہیں ہیں تو پھر کوئی بھی محفوظ نہیں ہوگا۔ مدارس کے تحفظ کے ساتھ پاکستان کا تحفظ وابستہ ہے۔ مدارس پاکستان کی بنیاد اور اساس ہیں۔ میں پاکستان کے آرمی چیف کا شکر گزار ہوں جنہوں نے ہسپتال میں زخمیوں کی عیادت کی تاہم ان سے یہ بھی درخواست کروں گا کہ جس طرح آرمی پبلک اسکول کے سانحہ کے بعد پوری ملک کی سیاسی و عسکری قیادت ایک میز پر جمع ہوئی تھی۔ نیشنل ایکشن پلان تشکیل دیا گیا اسی طرح اس سانحہ پر بھی ذمہ دار قیادت کو ایک ساتھ جمع ہونا چاہیے تھا اور فوری طور پر مجرموں تک پہنچنے کے لیے ایکشن پلان ترتیب دیا جاتا۔ حکمرانوں کا صرف یہ کہہ دینا کہ یہ بیرونی سازش ہے کافی نہیں بلکہ اس بیرونی سازش کو پکڑنا اس بیرونی سازش کو ناکام بنانا حکومت کی ذمہ داری ہے۔ لہٰذا ہم صرف روایتی بیانات سے مطمئن نہیں ہوں گے۔ ہمیں تسلی دینے والے بیانات کی نہیں بلکہ عملی اقدامات کی ضرورت ہے۔ دینی مدارس پاکستان کے نظریاتی و جغرافیائی سرحدوں کے محافظ اور چوکیدار ہیں۔ یہ بات بڑی واضح ہے کہ پاکستان کے خلاف اندرونی اور بیرونی سازش کا مقابلہ ہم مل کر کر سکتے ہیں۔ ہمیں پاکستان کا امن اور استحکام عزیز ہے۔

ایک عرصے سے مساجد میں بم دھماکے کرائے گئے۔ علماء اور طلباء شہید ہوئے لیکن علم دین پڑھنے اور پڑھانے کا راستہ نہ رکا ہے اور نہ رکے گا، یہ اسی توانائی اور جذبے کے ساتھ جاری تھا جاری ہے اور جاری رہے گا...... ان شاء اللہ العزیز!۔ لاکھ سازشیں کی جائیں اللہ کے فضل و کرم سے ہماری مسجدیں اور مدارس بے رونق نہیں ہوں گے۔ اہل مدارس نے ہر دور میں قربانیاں دے کر نہ صرف مدارس کو محفوظ رکھا ہے بلکہ ان مدارس کو آباد بھی کیا اور اس کی تعداد میں اضافہ بھی کیا ہے۔ ہم کسی خوف میں آکر دینی مشن سے پیچھے ہٹ جائیں ایسا کبھی نہیں ہوگا۔ دینی مدارس کی آزادی و حریت یک نکاتی ایجنڈا ہے اس پر کوئی سمجھوتہ نہیں کیا جائے گا۔ مدارس کے خلاف ہر سازش ناکام بنا دی جائے گی۔

دینی مدارس ومساجد کا درحقیقت محافظ اللہ تعالی کی ذات ہیں۔ ہم پاکستان کی نظریاتی اساس اور تہذیب کے چوکیدار ہیں اور چوکیداری کا یہ فریضہ سرانجام دیتے رہیں گے۔ عقل مند قومیں اپنے چوکیدار اور پہرہ دار کو مضبوط کرتی ہیں کمزور نہیں کرتیں۔ جب مدارس عالم اسلام اور پاکستان کے چوکیدار ہیں تو ارباب اقتدار کو چاہیے کہ وہ ان مدارس کو کمزور کرنے کی بجائے ان کو مضبوط کریں۔ ہم اپنا مشن جاری رکھیں گے۔ جب تک ہماری جان میں جان ہے مدارس کی آزادی وحریت پر کوئی آنچ نہیں آنے دینگے۔''

اس موقع پر صحافی کے ایک سوال پر کہ کرونا لاک ڈاؤن کی وجہ سے مدارس میں چھٹی کی جا رہی ہے؟ حضرت ناظم اعلی صاحب نے جواب دیتے ہوئے کہا کہ وفاقی وزیر تعلیم نے اپنی پریس کانفرنس میں مدارس کا نام نہیں لیا، جہاں تک دینی مدارس کے نظام تعلیم کی بات ہے وہ عصری اداروں کے نظامت تعلیم سے مختلف ہے۔ شعبان رمضان میں مدارس کی سالانہ تعطیلات ہوتی ہیں جبکہ عصری اداروں میں تعلیم جاری رہتی ہے۔ اسی طرح مدارس کا نظام تعطیلات موسم سے جڑا ہوا نہیں ہے، ہم نہ گرمیوں میں تعطیلات کرتے ہیں اور نہ سردیوں میں، اور ہم سمجھتے ہیں کہ پاکستان میں کرونا کا زیادہ نقصان نہ کرنے کی سب سے بڑی وجہ یہی ہے کہ یہاں مساجد اور دینی مدارس آباد ہیں۔ جتنا زیادہ رجوع الی اللہ ہو یہ وبا ٹلے گی، اس وبا کو ٹالنے کے لیے سب سے بڑی طاقت اللہ کی طرف رجوع ہے۔ ہمارے مدارس میں قرآن وحدیث کی تعلیمات دی جاتی ہیں، لہٰذا ملک وقوم کے مفاد میں یہی ہے کہ مدارس ومساجد آباد رہیں۔ ایک اور سوال کے جواب میں حضرت ناظم اعلیٰ صاحب نے کہا کہ مدارس کی رجسٹریشن میں مدارس رکاوٹ نہیں بلکہ حکومت خود ہے۔ وزارت تعلیم کے ساتھ رجسٹریشن کے لیے مذاکرات جاری ہیں، اور ابھی کافی مسائل زیر بحث ہونا باقی ہیں، جب تمام مندرجات پر باہمی اتفاق ہوجائے تو اس کے بعد مدارس کی رجسٹریشن کا آغاز کریں گے۔ مدارس نے رجسٹریشن سے کبھی انکار نہیں کیا ہے لیکن رجسٹریشن سے پہلے جو اقدامات ضروری ہیں وہ پہلے اٹھائیں جائیں تاکہ اعتماد بحال ہو۔

اس موقع پر وفاق المدارس کے صوبائی ناظم حضرت مولانا حسین احمد صاحب کے علاوہ معاون مسؤل وفاق بنات ضلع پشاور مولانا سید عبدالوہاب صاحب، جامعہ دارالعلوم سرحد کے مہتمم صاحبزادہ خالد احمد بنوری صاحب، جامعہ فاروقیہ کے مہتمم مولانا رفیع اللہ قاسمی صاحب، جامعہ دارالعلوم تعلیم القرآن باڑہ گیٹ کے مہتمم مولانا غلام رسول صاحب، جامعہ امداد العلوم مسجد درویش صدر کے مہتمم حافظ محمد داؤد فقیر صاحب، جامعہ دارالفرقان الکریم حیات آباد کے مہتمم مولانا عبدالبصیر شاہ صاحب، جامعہ مدینۃ العلوم خیبر بازار پشاور کے مہتمم مولانا سید محمد ساجد شاہ صاحب، شیخ الحدیث مولانا قاری احسان الحق صاحب، شیخ الحدیث مولانا عزیز الدین صاحب، جامعہ زبیریہ کے شیخ مولانا رحیم اللہ حقانی صاحب، مفتی ظفر زمان حقانی، مولانا محمد عاصم، جامعہ زبیریہ کے اساتذہ اور کثیر تعداد میں علمائے کرام موجود تھے۔

كاركردگئ وفاق

ایک دن وفاق المدارس کے دفتر میں

مولوی محمد عادل عباسی، خانیوال
فاضل: جامعہ بنوریہ عالمیہ کراچی

مجھے اپنے ادارے کی طرف سے چند اَسناد موصول ہوئیں جن کی تصدیق کروانا تھی، دن ڈھلتے ہی ملتان کی جانب رخت سفر باندھا، برادر نسبتی کی بائیک لی اور دفتر پہنچا، تو گیٹ پر ناظم دفتر صاحب سے سامنا ہوا جو نمازِ عصر کی ادائیگی کے لیے مسجد جارہے تھے۔ ہم بھی مقلد بنے اور رفاقت میں صلوٰۃِ وسطی ادا کر کے دفتر پلٹ آئے، اس دوران دیکھا کہ پورا اسٹاف نماز پڑھ کر واپس آرہا تھا، ہم صوفے پر بیٹھے انہماک سے یہ خوب صورت منظر دیکھ رہے تھے اور خود کلامی میں مگن تھے کہ سامنے سے ناظم دفتر جلوہ گر ہوئے، انتہائی شفقت بھرے لہجے میں سب کو سلام کہا اور بجائے اپنے دفتر جانے کے سائلین سے گویا ہوئے ''جی فرمایئے؟!''

فرداً فرداً ہر ایک نے اپنا مدعا ان کے سامنے رکھا۔ میں نے سب سے آخر میں مصافحہ کیا اور عرض کی کہ جامعہ بنوریہ عالمیہ کراچی سے آیا ہوں اسناد کی تصدیق کے لیے، جھٹ سے بولے جلدی سے ریکارڈ روم میں جا کر اسناد جمع کروائیں کہیں دفتر بند نہ ہو جائے۔

ریکارڈ روم میں گیا تو تینوں کمپیوٹر آپریٹر کلوزنگ کر رہے تھے مگر میں نے جیسے ہی اَسناد دیں تو بجائے چوں چراں کے فوراً اسناد لیں اور فارم خود مکمل کیا، الحاق نمبر مجھے از بر تھا بتاتے ہی پرنٹ نکالا اور اکاؤنٹ روم میں فیس جمع کرنے کا کہا، وہاں فیس جمع کرائی اور سلپ لی، پھر وہی سلپ ریکارڈ روم میں دی اور اصل اسناد لے کر ناظم صاحب کے دفتر پہنچا تو ناظم صاحب نے فوراً دستخط کر دیے، مجھے کہا کہ یہ جلدی سے لفافے میں بند کروائیں میں دیگر بقیہ اَسناد پر دستخط کرتا ہوں، میں واپس ریکارڈ روم گیا، لفافوں میں تصدیق نامے بند کروائے، واپس پھر ناظم صاحب کے پاس پہنچا اور تمام اسناد لفافوں میں رکھیں اور برابر والے آفس سے نئے خاکی لفافے لیے اور اسناد جمع کروائیں۔ اس دوران ناظم دفتر سے مختصراً گفت وشنید بھی ہوئی، اکابر کے تذکرے ہوئے، جب استاذ محترم مولانا مفتی محمد نعیم رحمہ اللہ تعالیٰ کا ذکر خیر کیا تو آہ بھر کر بولے اکابر جاتے ہی جارہے ہیں اللہ تعالیٰ خیر کرے۔ یہ سارا کام صرف آدھے گھنٹے میں مکمل

ہوگیا اور میرے تین ساتھی جن میں ایک سوات، دوسرے کوئٹہ و پڑوسی ملک، تیسرا باب الاسلام سندھ کے کیپیٹل سٹی کراچی کا ساکن ہے ان کے کام بھی میں نے اپنے ہاتھوں سے مکمل کروا دیے، ساتھ ساتھ ذہنوں میں گردش کرتے کئی اشکالات کا جواب بھی مل گیا......اب وہ اشکالات کیا ہیں آیئے پڑھتے ہیں:

طلبہ میں اسناد کے حصول، تصحیح نام و تاریخ پیدائش، درستی نمبرات، تصدیق نامہ، وتجدید داخلہ، رجسٹریشن کارڈ، ری چیکنگ، ومعادلہ اسناد کے حوالے سے کچھ غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں، مثلاً......وفاق والے بہت تنگ کرتے ہیں۔کئی کئی مہینے لگا دیتے ہیں۔فیسیں بہت زیادہ لیتے ہیں۔خود جانا پڑتا ہے بذریعہ ڈاک کام نہیں ہوتا وغیرہ!!

لیکن یہ سب جھوٹ ہے کیوں کہ مجھ سمیت دفتر میں کئی دیگر فضلاء بھی آئے ہوئے تھے جنہوں نے اپنے علاوہ کئی اور ساتھیوں کے کام بھی کروانے تھے، اگر خود آنا بھی پڑتا ہے تو وہ آپ کے کوائف میں کچھ چیزیں ایسی ہوتی ہیں جو آپکی شخصیت کو مشکوک بنا رہی ہوتی ہیں، جن میں آپ کے مدرسے کی طرف سے تصدیق کا نہ ہونا بھی ایک وجہ ہے۔ آئے ہوئے سائلین سے مطلوبہ کوائف کے علاوہ کوئی مطالبہ نہیں کیا گیا، نا ہی دفتر کے باہر طویل انتظار کرایا گیا، نہ ہی دھکے دیے گئے، نہ ہی قطار میں کھڑا کیا گیا، نہ ہی دفتروں کے باہر چپڑاسی نما چمچوں سے واسطہ پڑا، نہ ہی دفتروں میں بیٹھا عملہ اپنا کام چھوڑ کر گپ شپ میں مگن تھا بلکہ ہر ایک اپنی ذمہ داری ایمانداری اور خوش اخلاقی سے نبھا رہا تھا۔اتنا بڑا ادارہ اور اتنا زیادہ رش ہونے کے باوجود کسی کے ماتھے پر معمولی بل نہیں دیکھا۔اسٹاف میں کام کرنے والے علماء کے علاوہ دنیاوی تعلیم وفنون کے ماہرین بھی شامل تھے ...... چوکیدار سے لے کر ناظم دفتر تک ہر شخص خوش اسلوبی سے اپنا کام سرانجام دے رہا تھا۔

اب آپ ہی بتائیں یہ رویہ ہے مرکزی دفتر وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے عملے کا، لیکن اس کے باوجود وفاق المدارس کے بارے طلبہ کے ذہنوں میں کیسی کیسی بدگمانیاں پیدا کی جاتی ہیں؟! جو رقم سلپ میں درج تھی وہی وصول کی گئی، اکاؤنٹس کے شعبے میں ایک سفید ریش بزرگ کو بٹھایا ہوا ہے جو کہ چودھری صاحب ہیں، بہت ملنسار ہیں، فوراً ہاتھ کے ہاتھ کام کرتے ہیں۔

آپ کبھی نادرا آفس میں شناختی کارڈ بنوانے چلے جائیں، لائنوں میں کئی گھنٹے لگ کر بھی رشوت دینا پڑتی ہے، جن لوگوں کو بورڈ کے دفاتر سے واسطہ پڑا ہو وہ ان مسائل کو زیادہ بہتر سمجھ سکتے ہیں کہ کیسے وہاں خوار ہونا پڑتا ہے، یہی حال دوسرے سرکاری محکموں کا ہے، مگر ہمارا مرکزی دفتر وفاق المدارس العربیہ پاکستان آج بھی بغیر کسی تفریق اور تعصب کے انتہائی مخلصانہ طریقے سے لاکھوں علماء وطلبہ کی خدمات احسن طریقے سے انجام دے رہا ہے۔

عزیز طلبہ وفضلاء کرام!......خود اعتمادی دکھائیں اور کوائف مکمل کر کے ادارے کو ارسال کریں، بجائے اِدھر اُدھر

کان دھرنے کے داخلہ فارم کے پیچھے نظر کے گھوڑے دوڑائیں، مکمل تفصیلات لکھی ہوتی ہیں، انہیں پڑھ لیا کریں ساری مشکلیں ہی آسان ہوجائیں گی، نیز اپنی ہر درخواست پر اپنے ادارے کی تصدیق ضرور کروا کر بھیجا کریں تاکہ یقینی طور پر آپ کا کام سہل طریقے سے ہوجائے، کیوں کہ آپ کے مدرسے کی تصدیق کے بعد آدھا کام ہی باقی رہ جاتا ہے وہ وفاق والے حضرات کرتے ہیں۔

ساری کارروائی کے بعد ڈھیروں دعائیں میرے دل سے نکل رہی تھیں، اللہ تعالیٰ وفاق کے دفتر کو اور اس کے عملے کو شاد رکھے، آباد رکھے، زندہ باد رکھے، ہمارے اکابر دیوبند کے اس گلشن کو تاقیامت سلامت رکھے......آمین!

نوٹ......جو ساتھی کبھی ملتان دفتر آنا چاہیں تو بہت آسان راستہ ہے اگرچہ اڈے اور ریلوے اسٹیشن سے دور ہے مگر چنگ چی رکشے والے کو بیس روپے دیں اور عزیز ہوٹل اسٹاپ پر اتر جائیں، پھر وہاں سے دوسرا چنگ چی چھ سیٹر رکشہ پکڑیں اور انجوائے کرتے ہوئے جھیل والے روڈ پر چلتے جائیں، یاد رہے کہ چیک پوسٹیں بھی بنی ہوئی ہیں آپ کے پاس اپنا اصل قومی شناختی کارڈ لازمی ہونا چاہیے ورنہ آپ کو آگے نہیں جانے دیا جائے گا! گیریژن پبلک لائبریری تک فوجی ایریا ہے، پھر گارڈن ٹاؤن شیل پٹرول پمپ سے آگے باٹا والی شاپ کے بالکل سامنے رکشہ سے اتر جائیں، مین روڈ پر ہی دفتر وفاق کا سائن بورڈ لگا ہوا ہے، روڈ کراس کر کے سامنے والی امان گلی، یعنی امان اسٹریٹ میں قریباً پچاس قدم چلیں امان ہاؤس کے بالکل سامنے آپکے بائیں جانب دفتر وفاق المدارس واقع ہے۔

بقیہ: زبان کی آفتیں

طریقِ کار:......حدیث شریف میں ہے کہ: ''جب صبح ہوتی ہے تو تمام اعضائے بدن زبان سے خوشامد کر کے کہتے ہیں کہ تو ٹھیک رہنا، اگر تو ٹھیک رہی تو ہم بھی درست رہیں گے اور اگر تو بگڑی تو ہم سب بگڑ جائیں گے''۔ (لہٰذا لازم ہے کہ ہر ممکن طریق سے زبان کی حفاظت کریں اور ان باتوں کی سختی سے پابندی کریں۔)

بولنے میں احتیاط رکھیں (بدوں سوچے کوئی بات نہ کیا کریں) اگر کبھی کوئی بات خلاف شریعت ہوجائے تو فوراً خوب توبہ کر لیں (اگر کسی کو گالی دی ہو یا کسی سے تمسخر کیا ہو یا چغل خوری کی ہو تو) توبہ کے بعد اس سے بھی معافی مانگنے کی ضرورت ہے۔ اور جن لوگوں کے سامنے چغلی یا غیبت کی تھی اس کے سامنے اس کی مدح و ثنا بھی کریں اور پہلی بات کا غلط ہونا ظاہر کردیں اور اگر وہ سچی بات ہو تو کہہ دیں کہ بھائی خود اس بات پر اعتماد نہیں رہا، یہ تو ریہ ہوگا، کیونکہ سچی بات پر بھی اعتمادِ قطعی بدوں وحی کے نہیں ہوسکتا اور اگر کسی وجہ سے معاف کرانا دشوار ہو تو ادنیٰ درجہ کا علاج یہ ہے کہ اس شخص کے لیے اور اس کے ساتھ اپنے لیے استغفار کرتے رہیں، اس طرح: '' اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَ لَهُ '' (اے اللہ! ہماری اور اس کی مغفرت فرما)۔ (ماخوذ: شریعت اور طریقت)

وفیات

شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا مفتی زرولی خان کی رحلت

محمد احمد حافظ

۲۱ر ربیع الثانی ۱۴۴۲ھ/ ۷ر دسمبر ۲۰۲۰ء منگل کی شب جامع المعقول والمنقول شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا مفتی زرولی خان مقامی اسپتال میں اس عالم رنگ و بو سے منہ موڑ گئے ......اناللہ وانا الیہ راجعون!۔آپ کو کچھ عرصہ سے سانس کا عارضہ تھا،اس وجہ سے صحت و بیماری کی باہم کشاکش چلتی رہتی تھی،وفات سے ایک دو روز قبل آپ کی طبیعت زیادہ ناساز ہوئی تو آپ کو مقامی اسپتال میں داخل کرایا گیا،جہاں پیر کی شام مغرب کے بعد آپ کو دل کا دورہ پڑا،جو جان لیوا ثابت ہوا۔آپ کی وفات سے مسند علم ویران ہوگئی اور آپ کے ہزاروں شاگرد یتیم ہو گئے ۔آپ کے علمی مقام بارے کچھ کہنا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔حضرت مفتی صاحبؒ ۱۹۵۳ء میں ضلع صوابی کے موضع جہانگیرہ میں پیدا ہوئے۔تعلیم کی تکمیل جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن سے کی۔آپ کے اساتذہ میں حضرت علامہ محمد یوسف بنوری،حضرت مولانا مفتی ولی حسن ٹونکی،حضرت مولانا بدیع الزمان،حضرت مولانا محمد ادریس میرٹھی رحمہم اللہ شامل ہیں۔حضرت مفتی زرولی خان رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۹۷۸ء میں گلشن اقبال کراچی میں جامعہ احسن العلوم قائم کیا،جو حضرت مفتی صاحبؒ کی علمی شخصیت کی وجہ سے بہت جلد ملک کے قابل ذکر مدارس میں شمار ہونے لگا۔درس نظامی کے علاوہ شعبان رمضان کی چھٹیوں میں آپ کے دورہ تفسیر کا شہرہ تھا،ملک کے اطراف سے آپ کے پاس قدیم وجدید فضلاء مدارس آتے اور اپنا دامن تفسیری علوم سے بھر لے جاتے۔افسوس ہے کہ اب آپ کے جیسا متبحر عالم دین دور دور تک نظر نہیں آتا۔

مولانا مفتی محمد عاصم ذکی رحمۃ اللہ علیہ

جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے جامع الصفات استاذ الحدیث اور رکن مجلس شوریٰ مولانا مفتی محمد عاصم ذکی ۱۷ر ربیع الثانی ۱۴۴۲ھ/۳ر دسمبر ۲۰۲۰ء بروز بدھ کراچی کے ایک مقامی اسپتال میں انتقال کر گئے......اناللہ وانا الیہ راجعون!۔مولانا مفتی عاصم ذکی رحمۃ اللہ علیہ جامعہ کے ہر دلعزیز استاذ تھے۔آپ ۱۹۷۳ء میں حفظ قرآن مجید کے لیے جامعہ بنوری ٹاؤن داخل ہوئے ،اس موقع پر داخلے کا امتحان محدث العصر حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے لیا تھا۔تکمیل حفظ کے بعد ۱۹۷۶ء میں درجہ اولی میں داخل ہوئے اور دورہ حدیث اور تخصص تک مکمل تعلیم جامعہ بنوری ٹاؤن میں ہی حاصل کی۔دوران تعلیم

آپ ہمیشہ ہم سبقوں میں فائق وممتاز رہے۔تخصص کے بعد ۱۹۸۷ء میں آپ کا بطور استاذ جامعہ بنوری ٹاؤن میں تقرر ہوا۔

آپ کا پورا گھرانہ دیندار اور اہل علم سے محبت کا علاقہ رکھتا تھا۔ عامل کالونی جمشید روڈ میں واقع آپ کا گھر اکابر علماء ومشائخ کی آمد ورفت کے اعتبار سے جنکشن کی حیثیت رکھتا تھا۔ شیخ المشائخ حضرت مولانا عبدالغفور عباسی مدنی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی، حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالحئی عارفی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ، محدث العصر حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ اور کئی دیگر اکابر متعدد مرتبہ تشریف لاتے رہے ہیں۔ آپ اسی دینی ماحول میں پلے بڑھے، اور جوان ہوئے۔ آپ کامیاب مدرس، خوش الحان مجود قاری، اردو سمیت پشتو، عربی، انگریزی اور کئی دیگر زبانوں پر کامل عبور رکھتے تھے۔ فنا فی العلم، عابد وشب زندہ دار اور سراپا حسن وخوبی تھے۔ سال بھر تدریس وافتاء کی مشغولیتیں رہتیں، رمضان المبارک میں تلاوت ونوافل اور دعاء ومناجات کا اہتمام بڑھ جاتا۔ آپ تراویح پڑھاتے اور اہل ذوق آپ کی امامت میں تراویح پڑھنے کے لیے کشاں کشاں چلے آتے۔ آپ کے والد حاجی محمد ذکی رحمہ اللہ حضرت ڈاکٹر عبدالحئی عارفی رحمۃ اللہ علیہ کے اجازت یافتہ تھے، جبکہ حضرت مفتی عاصم صاحب نقشبندی سلسلے کے بزرگ حضرت مولانا محمد ادریس انصاری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت اور ان سے خلافت بھی حاصل تھی۔ آپ کا جب بھی کانپور ہندوستان جانا ہوتا تو کانپور کے مضافات میں بستی باندہ کے معروف بزرگ ولی کامل حضرت مولانا صدیق احمد باندوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بھی حاضری ہوتی، اس قیام کے دوران آپ حضرت باندویؒ کی عنایات اور توجہات سے خوب مستفیض ہوتے۔ جود وسخا کے دھنی تھے، رفاہی کاموں میں بغیر کسی نمود ونمائش کے پیش پیش رہتے۔ ہر سال لاکھوں روپے مالیت کی کتابیں طالبان علوم نبوت میں آپ کے ذریعے تقسیم ہوتیں۔ آپ تقریبا دو ماہ سے علیل تھے، آخری دنوں میں تکلیف بڑھ گئی، جس کی بنا پر آپ کو ایک نجی اسپتال میں داخل کرایا گیا، ۳؍دسمبر ۲۰۲۰ء جمعرات کو قبل العصر آپ کا انتقال ہوا اور رات دس بجے آپ کی نماز جنازہ جامعہ بنوری ٹاؤن میں ادا کی گئی۔ نماز جنازہ کی امامت آپ کے دیرینہ رفیق وہم سبق ناظم وفاق المدارس سندھ، استاذ الحدیث جامعہ بنوری ٹاؤن حضرت مولانا امداد اللہ یوسفزئی مدظلہم نے کی۔ بعد ازاں آپ کو ڈالمیا کراچی کے قبرستان میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ قبل ازیں آپ کی والدہ ماجدہ بھی ۲۱؍نومبر ۲۰۲۰ء کو انتقال کر گئی تھیں۔ ٹھیک بارہ روز کے بعد آپ کا انتقال ہو گیا۔ آپ نے اپنے پیچھے ایک بیوہ، ایک بیٹی، اور دو نواسے سوگوار چھوڑے ہیں۔ آپ کی وفات کے بعد تواتر سے ایسے مبشرات منامیہ سامنے آئے ہیں جو آپ کے حسن خاتمہ کی دلیل ہیں۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا اکبر خانؒ:...... بھلے لوگ اس دنیا سے تیزی کے ساتھ اٹھتے چلے جا رہے ہیں۔ جامعہ قاسم العلوم گلگشت کالونی ملتان کے شیخ الحدیث، جامع المعقول والمنقول حضرت مولانا محمد اکبر صاحب ۲۰؍ربیع الثانی

۱۴۴۲ھ/ ۶ر دسمبر ۲۰۲۰ء اتوار کی شب انتقال فرما گئے انتقال فرگئے ......اناللہ وانا الیہ راجعون!
آپ مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد خاص اور علمی جانشین تھے۔نرم خو، متواضع اور منکسر المزاج تھے......عالمانہ وقار آپ کے سراپے سے ہویدا رہتا۔نکتہ رس اور نکتہ سنج تھے، تفسیر قرآن میں آپ کو خاص درک تھا، تمام عمر آپ نے ملتان کے ایک محلے قدیر آباد کی ایک مسجد میں درس قرآن دیا، یہ درس کئی تفاسیر کا نچوڑ ہوتا تھا۔آپ نے وفاق المدارس العربیہ کے لیے بھی کئی مرتبہ گراں قدر خدمات انجام دیں۔مولانا اکبر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی پہلی نماز جنازہ جامعہ قاسم العلوم ملتان میں مولانا اسعد محمود ایم این اے نے پڑھائی، جبکہ دوسری نماز جنازہ جامعہ معارف الشرعیہ ڈیرہ اسماعیل خان میں قائد جمعیت حضرت مولانا فضل الرحمٰن مدظلہم نے پڑھائی، دونوں جگہ علماء وصلحاء اور اتقیاء کا جم غفیر تھا۔تدفین آپ کے آبائی علاقے عظیم کلہ مشہ منصور (لکی مروت) میں ہوئی۔دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات کو بلند فرمائے اور جنۃ الفردوس میں آپ کو خاص مقامات قرب عطا فرمائے......آمین!

حضرت مولانا محمد یوسف بٹگرامی:......محدث وقت مولانا نصیرالدین غورغشتوی رحمۃ اللہ علیہ کے تلمیذ خاص حضرت مولانا محمد یوسف بٹگرامی ۱۹ر ربیع الثانی ۱۴۴۲ھ/ ۵ر دسمبر ۲۰۲۰ء کو انتقال فرما گئے ......اناللہ وانا الیہ راجعون! ......آپ کی عمر نوے برس سے متجاوز تھی، ۱۹۵۱ء میں آپ نے دورہ حدیث کیا، آپ کے ہم سبقوں میں دارالعلوم حقانیہ کے استاذ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد فرید رحمہ اللہ بھی شامل تھے۔

صاحبزادہ سید مقصود آغاؒ:......ناظم دفتر وفاق مولانا عبدالمجید زید مجدہم کے معاون جناب عبدالمتین صاحب کے سسر جناب سید مقصود آغا ۸۷ برس کی عمر میں ۲ر دسمبر ۲۰۲۰ء بروز بدھ ڈیرہ اسماعیل خان میں انتقال کر گئے۔آپ نقشبندی سلسلے کے معروف بزرگ سید معصوم آغا کے صاحبزادے تھے، آپ کو اپنے والد سے اجازت بیعت حاصل تھی، آپ سے سینکڑوں لوگوں نے کسبِ فیض کیا۔

جناب حاجی محمد جاویدؒ:......دارالعلوم اقبالیہ سیالکوٹ کے بانی اور جامع مسجد محمد یونس کے متولی جناب حاجی محمد جاوید کو ۱۸ر نومبر کی شام گولی مار کر شہید کر دیا گیا۔جناب حاجی محمد جاوید علاقے میں دینی علوم کی ترویج واشاعت کے لیے بے پناہ جذبہ رکھتے تھے۔آپ کے قائم کردہ مدرسے میں درجات حفظ وناظرہ کے علاوہ درجہ اعدادیہ سے موقوف علیہ تک تعلیم ہو رہی ہے، دارالافتاء بھی قائم ہے جہاں سائلین کو درپیش دینی مسائل میں رہنمائی دی جاتی ہے۔جس وقت آپ کی شہادت ہوئی اس وقت بھی اپنے مدرسے کے لے مزید جگہ خریدنے کے لیے بات چیت میں مصروف تھے۔
ادارہ وفاق المدارس العربیہ پاکستان تمام مرحومین کے ورثاء کے غم میں شریک ہے۔قارئین ماہنامہ وفاق المدارس سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

وقف بل دینی سرگرمیوں کا راستہ روکنے کی کوشش ہے، اسے ختم کروا کر دم لیں گے

اسلام آباد/کراچی (10 دسمبر 2020) وقف بل سمیت قرآن وسنت اور آئین پاکستان کے منافی تمام قوانین کو ختم کروا کر دم لیں گے۔ وقف بل کے خلاف جلد آل پارٹیز کانفرنس منعقد ہوگی جس میں آئندہ کا لائحہ عمل دیا جائے گا۔ضرورت پڑی تو عدالتوں سے بھی رجوع کریں گے۔ان خیالات کا اظہار وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے ناظم اعلیٰ حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری نے دارالعلوم اسلام آباد میں علماء کرام کے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔وفاق المدارس کے میڈیا کوآرڈینیٹر مولانا عبدالقدوس محمدی کے مطابق وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے زیر اہتمام دارالعلوم اسلام آباد میں ایک اہم اجلاس منعقد ہوا، جس میں خصوصی طور پر مولانا محمد حنیف جالندھری اور مولانا زاھد الرشدی نے شرکت کی، اجلاس میں مولانا ظہور احمد علوی، مولانا نذیر فاروقی، مولانا ضیاء اللہ دیوبندی ،مولانا عبدالکریم، مولانا عبدالقدوس محمدی، مولانا مفتی محمد عبداللہ، مولانا عمران جاوید، مفتی انعام الحق، مولانا مفتی امیر زیب، مولانا عبدالرؤف محمدی، مولانا تنویر احمد اعوان، مولانا شہزاد عباسی، اور دیگر علماء کرام، ائمہ وخطباء، اور دیگر اہم شخصیات نے شرکت کی۔

مولانا عبدالقدوس محمدی نے بتایا کہ اس موقع پر تمام علماء کرام نے وقف بل سمیت قرآن وسنت اور آئین سے متصادم تمام قوانین کو ہر قیمت پر ختم کروانے کے لیے ہر ممکن جدوجہد کا عزم کیا۔اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے مولانا محمد حنیف جالندھری نے وقف بل کو مساجد ومدارس کی مشکیں کسنے اور دینی وتعلیمی سرگرمیوں کو روکنے کی کوشش قرار دیا۔اس موقع پر طے پایا کہ وقف املاک ایکٹ کے حوالے سے بہت جلد آل پارٹیز کانفرنس بلائی جائے گی۔انہوں نے کہا کہ اس سلسلے میں اتحاد تنظیمات مدارس اور قومی سیاسی جماعتیں باہم رابطے میں ہیں اور مشترکہ حکمت عملی کے تحت آگے بڑھیں گے۔اجلاس کے دوران یہ بھی فیصلہ کیا گیا کہ باصلاحیت اور فعال علماء کرام اور زندگی کے دیگر مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے احباب پر مشتمل ورکنگ گروپ بنائے جائیں گے جو مختلف محاذوں پر خدمات انجام دیں گے۔علامہ زاھد الراشدی نے اپنی گفتگو میں اسلام آباد کے علماء کرام کے اتحاد ویکجہتی کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے موجودہ حالات میں علماء کرام کی ذمہ داریوں اور عصر حاضر میں درپیش چیلنجز سے

آ گاہ کیا۔مولانا ظہوراحمد علوی نے مولانا محمد حنیف جالندھری اور مولانا زاھد الراشدی کا شکریہ ادا کیااور ان کے دینی وملی کردار پرانہیں خراج تحسین پیش کیا۔

مولانا عادل خان اشہید کی یاد میں منعقدہ اجتماع سے قائدین وفاق کا خطاب

کراچی(6/دسمبر 2020ء) شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی نے کہا ہے کہ مولانا ڈاکٹر محمد عادل خان شہید تحفظ مدارس کے داعی تھے،ان کی شہادت کا سانحہ پوری امت کا نقصان ہے،شہید امریکا اور ملائشیا میں تمام آسائشوں کو ٹھکرا کر تعلیمی،ملی اور قومی خدمات کے لئے پاکستان آئے تھے،وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے ناظم اعلیٰ مولانا محمد حنیف جالندھری نے کہا کہ مولانا ڈاکٹر عادل خان کو ناموس صحابہ واہلبیت،اتحادامت اور دینی اداروں کے تحفظ کی خدمت کرر ہے تھے اوران کو اسی وجہ سے شہید کیا گیا۔ان خیالات کا اظہار انہوں نے اتوار کو جامعہ فاروقیہ کراچی فیز 2 حب ریور روڈ میں ''مولانا ڈاکٹر عادل خان شہید'' کی یاد میں ہونے والے تعزیتی اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔ اجتماع مولانا عبید اللہ خالد کی صدارت میں ہوا، جبکہ ناظم وفاق صوبہ سندھ مولانا امداداللہ یوسف زئی،مولانا منظور مینگل،مولانا قاضی نثار احمد،مولانا راشد محمود سومرو،مولانا مفتی انس عادل خان،مولانا عمیر عادل خان،مولانا زبیر حق نواز،مولانا قاضی عبدالرشید،مولانا مطیع اللہ،مولانا قاضی محمود الحسن اشرف،اور دیگر علماء نے خطاب کیا،جبکہ مولانا راحت علی ہاشمی،مولانا یوسف افشانی،مولانا عبدالستار،مولانا سید سلیمان بنوری،مولانا محمد انور اور دیگر نے شرکت کی۔اجتماع میں شہر بھر سے بڑی تعداد میں لوگوں شریک تھے۔مولانا مفتی محمد تقی عثمانی نے کہا کہ شہادت سے 20 منٹ قبل مولانا ڈاکٹر عادل خان کو میں نے اپنے گھر سے رخصت کیا اور ایسا لگتا ہے کہ وہ میرے ہاتھوں سے نکل گئے،مولانا ڈاکٹر عادل خان کی شہادت پر امت کا ہر فرد تعزیت کا مستحق ہے۔انہوں نے کہا کہ شہید کئی صلاحیتوں کے مالک تھے،انہوں نے مصروفیات کے باوجود "تاریخ اسلامی جمہوری پاکستان" کتاب لکھی، میں سمجھا کہ سرسری لکھی ہوگی مگر آپ نے اتنی جامعیت سے لکھی کہ حیران رہ گیا،اس سے زیادہ جامع کتاب نہیں دیکھی،اس کو پڑھ کر مکمل کیا۔ناظم اعلیٰ وفاق المدارس مولانا محمد حنیف جالندھری نے کہا کہ مولانا ڈاکٹر عادل خان شہید نے چار بڑے مشن میں کام کیا۔ان کا پہلا مشن دینی مدارس کی آزادی وخودمختاری کا تحفظ تھا اور آخری دم تک اسی پر جدوجہد کرتے رہے۔ دوسرا مشن ناموس صحابہ و اہلبیت تھا اور اسی مشن پر جان قربان کردی۔ تیسرا مشن پاکستان سے محبت تھا اور یہ حق "تاریخ اسلامی جمہوری پاکستان" کتاب لکھ کر حق ادا کردیا۔ چوتھا مشن مدارس کی پہرہ داری تھی اور اسکا حق ادا کردیا۔انہوں نے اہل مدارس کو ہدایت کی کہ اتحاد تنظیمات مدارس کی ہدایت کے بغیر

کوئی اور سرکاری دستاویز تیار اور نہ رجسٹریشن کریں۔ جمعیت علماء اسلام کے سیکریٹری جنرل سینیٹر مولانا عبدالغفور حیدری نے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ہمارے اکابر نے ہر میدان میں قربانی دی ہے۔ڈاکٹر عادل خان کی شہادت پر ہمیں اپنے آپ سے تعزیت کرنی ہے اور ان کے مشن کو جاری رکھنے کا عزم کرنا ہے۔جس جرات و بہادری سے مولانا ڈاکٹر عادل خان شہید نے ناموس رسالت اور صحابہ واہلبیت کے لئے کام کیا ہے یہ انہی کی شان تھی۔مقررین نے شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر عادل خان شہید کے قاتلوں اور توہین صحابہ کے مرتکب افراد کی عدم گرفتاری کی شدید مذمت کی اور کہا کہ سب ثبوت ہونے کے باوجود مجرموں کی عدم گرفتاری سوالیہ نشان اور ریاست کے لئے چیلنج ہے۔

شیخ الحدیث مولانا اکبر خان کی رحلت نا قابل تلافی نقصان ہے

(اسلام آباد/ ملتان (دسمبر 2020ء) وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے قائدین نے استاذ العلماء، صدر مدرس جامعہ قاسم العلوم ملتان شیخ الحدیث مولانا محمد اکبر کی رحلت کو علمی حلقوں کے لیے نا قابل تلافی نقصان قرار دیا۔قائدین وفاق المدارس نے مرحوم شیخ الحدیث کی علمی اور دینی خدمات کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا کہ آپ ہماری علمی دنیا کا اثاثہ تھے۔انہوں نے کہا کہ مولانا محمد اکبر اسم با مسمی تھے، وہ وفاق المدارس کی تاسیس سے لے کر آج تک ہمیشہ وفاق المدارس میں مختلف خدمات سرانجام دیتے رہے-ان کی نصف صدی سے زائد عرصے پر محیط علمی خدمات آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔وفاق المدارس کے قائدین نے مرحوم کے لواحقین و پسماندگان سے مسنون تعزیت کا اظہار کرتے ہوئے ملک بھر کے اہل مدارس و مساجد سے ان کے درجات کی بلندی کے لیے خصوصی دعاوں کی اپیل کی تفصیلات کے مطابق وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے رہنماؤں مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر, مولانا محمد انوار الحق, مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی اور مولانا محمد حنیف جالندھری نے جامعہ قاسم العلوم ملتان کے صدر مدرس اور بزرگ عالم دین مولانا محمد اکبر کی رحلت کو نا قابل تلافی نقصان قرار دیا-وفاق المدارس کے قائدین نے کہا کہ مولانا کی نصف صدی سے زائد عرصے پر محیط دینی, علمی اور ملی خدمات آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں-انہوں نے کہا کہ مولانا مرحوم اسم با مسمی تھے، وہ وفاق المدارس کے تاسیس کے دن سے تا حال مختلف خدمات سرانجام دیتے رہے-وفاق المدارس کے قائدین نے کہا کہ مولانا مرحوم ہمارے اسلاف کی یادگار اور علمی دنیا کا اثاثہ تھے-وفاق المدارس کے قائدین نے مرحوم کے لواحقین و پسماندگان سے مسنون تعزیت کا اظہار کرتے ہوئے ان کے درجات کی بلندی کے لیے خصوصی دعا کی اور ملک بھر کے اہل مدارس و مساجد سے بھی دعاوں کی اپیل کی۔

مفتی عاصم زکی کی دینی ورفاہی خدمات یاد رکھی جائیں گی

کراچی (3/دسمبر 2020ء) جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی کے استاذ الحدیث مفتی محمد عاصم زکی کا انتقال علمی حلقوں کیلئے بڑا نقصان ہے،ان کی دینی ورفاہی خدمات کو یاد رکھا جائے گا۔وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے ناظم اعلیٰ مولانا محمد حنیف جالندھری نے مفتی محمد عاصم زکی کی رحلت پر گہرے رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے ان کے اہل خانہ سے تعزیت کا اظہار کرتے ہوئے ان کی خدمات کوخراج تحسین پیش کیا۔وفاق المدارس کے میڈیا کوآرڈینیٹر مولانا طلحہ رحمانی کے مطابق ناظم اعلی وفاق المدارس نے کہا کہ مفتی عاصم زکی ایک جید عالم ہونے کے ساتھ انسانیت کی خدمت کرنے والے دردمند انسان تھے،ان کی رحلت ان کے اہل خانہ،جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن سمیت تمام علمی حلقوں کیلئے بڑا نقصان ہے۔ناظم اعلیٰ وفاق المدارس نے مزید کہا کہ ان کے ہزاروں شاگردان کیلئے صدقہ جاریہ ہیں۔ان کی دینی ورفاہی خدمات کو ہمیشہ یادرکھا جائے گا۔

میاں شہباز شریف کی والدہ کی وفات پر تعزیت

لاہور(30نومبر 2020ء)وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے نمائندہ وفد کی رائے ونڈ میں سابق وزیراعلی پنجاب میاں شہباز شریف سے ملاقات ۔وفاق المدارس کے وفد نے میاں برادران کی والدہ مرحومہ کی وفات پر مسنون تعزیت کا اظہار کیا۔مرحومہ کے درجات کی بلندی کے لیے خصوصی دعا کی۔تفصیلات کے مطابق وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے وفد نے جنرل سیکرٹری وفاق المدارس العربیہ پاکستان مولانا محمد حنیف جالندھری کی قیادت میں اپوزیشن لیڈر اور سابق وزیراعلی پنجاب میاں شہباز شریف سے ملاقات کی۔اس موقع پر وفد میں ناظم وفاق المدارس پنجاب مولانا قاضی عبدالرشید, ناظم وفاق المدارس خیبر پختونخواہ مولانا حسین احمد اور مہتمم جامعہ الخیر لاہور مولانا احمد حنیف جالندھری بھی شامل تھے-اس موقع پر وفاق المدارس کے رہنماوں نے میاں برادران کی والدہ مرحومہ کی وفات پر گہرے رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے مرحومہ کے درجات کی بلندی کے لیے خصوصی دعا کی-

تبصرہ کتب

الخیرالشذ ی شرح اردو جامع ترمذی

تالیف: مولانا مفتی عبدالرشید زید مجدہ۔ تعداد جلد: 8۔ طباعت: عمدہ، ملنے کا پتہ: ادارہ اشاعۃ الخیر بیرون بوہڑ گیٹ ملتان۔ رابطہ نمبر 03007301239

مولانا مفتی عبدالرشید صاحب زید مجدہ جامعہ خیرالمدارس کے فاضل، جامعہ نظامیہ نعمانیہ ملتان کے استاذ الحدیث، ملک کے معروف اشاعتی ادارے ''ادارہ اشاعۃ الخیر'' کے منتظم، ماہنامہ ''پیام سلامتی'' اور ماہنامہ ''تنزیل'' کے مدیر بھی ہیں۔ ماشاء اللہ، اللہ تعالی نے انہیں علم وعمل کی خوبیوں سے نوازا ہے۔ صاحب قلم ہیں، قبل ازیں مشکوٰۃ شریف کی شرح ''خیرالتوضیح''، چھ جلدوں میں منظر عام پر آ کر اہل علم سے داد وتحسین وصول کر چکی ہے۔

"الخیرالشذ ی" آپ کی دوسری اہم ترین تالیف ہے، جو خدمت حدیث اور مذہب حنفی کے احقاق میں اپنا مقام رکھتی ہے۔ سلاست، ترتیب وتنسیق اور ابحاث کی عمدگی کے باعث کئی دوسری شروح پر فائق ہے۔ الخیرالشذ ی کی جلدوں کی تفصیل یہ ہے:

☆ پہلی جلد ابواب الطہارت، ابواب الصلوٰۃ، باب السکتتین پر مشتمل ہے۔ اس جلد کے 632 صفحات ہیں۔

☆ ......دوسری جلد باب ماجاء فی وضع الیدین علی الشمال تا ابواب الصوم ہے۔ اس جلد کے 600 صفحات ہیں۔

☆ ......تیسری جلد ابواب الحج تا ابواب البیوع ہے، یہ جلد 630 صفحات پر مشتمل ہے۔

☆ ...... چوتھی جلد ابواب الاحکام سے ابواب اللباس تک ہے، اس کے 448 صفحات ہیں۔

☆ ...... پانچویں جلد ابواب الاطعمہ سے ابواب الشہادت تک ہے۔ اس کے 515 صفحات ہیں۔

☆ ......چھٹی جلد ابواب الزہد تا ابواب القراءت ہے۔ اس جلد کے 524 صفحات ہیں۔

☆ ......ساتویں جلد ابواب تفسیر القرآن تا ابواب الدعوات ہے۔ اس کے 528 صفحات ہیں۔

☆ ......آٹھویں جلد ابواب المناقب اور شمائل ترمذی پر مشتمل ہے۔ اس جلد کے 536 صفحات ہیں۔

مجموعی طور پر یہ شرح 4413 صفحات پر مشتمل ہے۔

حدیث شریف کی اہم ترین اور ادق مباحث پر مشتمل یہ کتاب الشیخ الحافظ الامام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ بن موسیٰ ترمذی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ کی تالیف ہے۔

امام ترمذی رحمہ اللہ ۲۰۰ ہجری میں ماوراء النہر کے علاقے میں پیدا ہوئے۔ ۲۷۹ ھجری میں وفات پائی۔ جب آپ نے شعور کی آنکھ کھولی تو ماوراء النہر کا وسیع علاقہ علم وفضل اور تعلیم وتعلم کا مرکز بن چکا تھا۔ ابتدائی تعلیم اپنے علاقے میں ہی حاصل کی۔ حصول علم کے لیے بخارا، خراسان، بصرہ، کوفہ، مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ کے اسفار بھی کیے۔ آپ نے امیر المومنین فی الحدیث امام محمد بن اسماعیل بخاری، امام عساکر الدین مسلم بن الحجاج، امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث، قتیبہ بن سعید، محمد بن بشار، یحییٰ بن سعید انصاری، اور محمود غیلان رحمہم اللہ تعالیٰ سے علم حدیث حاصل کیا۔ امام ترمذیؒ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کے تو خاص شاگرد تھے اور امام بخاری نے آپ کے تیقظ، استفادے، قوت حفظ اور حسنِ ادب کی تعریف فرمائی ہے۔ "الجامع الصحیح الترمذی" آپ کی لازوال تصنیف ہے۔ اسے تصنیف فرمانے کے بعد آپ نے اپنی کتاب کو علماء مصر وحجاز اور شام کے سامنے پیش کیا تو سب نے بہت تعریف کی اور کہا کہ:

من كان عنده هذا لكتاب الجامع فكان عنده نبياً يتكلم

جامع ترمذی اپنی خصوصیات وامتیازات کے اعتبار سے کئی دوسری کتبِ احادیث پر فائق ہے۔

امام ترمذی نے اپنی جامع میں فقہ الحدیث اور متن الحدیث دونوں کو جمع کیا ہے۔ ان کا طریقہ یہ ہے کہ وہ ہر حدیث کے بعد حدیث کا درجہ بیان کرتے ہیں کہ یہ صحیح ہے یا ضعیف ہے، سند کا درجہ بھی بتاتے ہیں اور صحت وضعف کی علت بھی بیان کرتے ہیں۔ نیز سند حدیث کے طرق کو بھی بیان کرتے ہیں۔

چناں چہ علماء ومحدثین کرام نے اس کتاب کی جلالت علمی کے پیش نظر خصوصی اعتناء کیا اور شروح لکھی ہیں، ہمارے مدارس میں بعض بڑے اساتذہ کرام کی ترمذی شریف کی درسی تقاریر بھی معروف ومتداول ہیں۔ مگر ان میں سے اکثر شروح یا تو مکمل نہیں، یا وہ اسلوب وطرزِ بیان میں اس قدر اونچے درجے کی ہیں کہ درجاتِ علیا کے اساتذہ ہی ان سے نفع اٹھا سکتے ہیں۔

مولانا مفتی عبدالرشید زادہ اللہ علماً وعملاً نے اہتمام کے ساتھ از اول تا آخر تمام احادیث کا ترجمہ کیا ہے۔ ان احادیث پر ہونے والے مباحث کو بہت سلیقے سے نمٹایا ہے۔ مباحث کو غیر ضروری طور پر پھیلایا ہے اور نہ ہی اس قدر مختصر رکھا ہے کہ پڑھنے والا تشنگی محسوس کرے۔ مثلاً ہمارے سامنے باب ماجاء فی السواک ہے، پہلے تو اس باب کی حدیث کا ترجمہ کیا، پھر تشریح کی طرف آئے، مسواک کا لغوی واصطلاحی معنیٰ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مسواک کرنے کی کیفیت، مسواک کے فوائد نمبروار، مسواک کا حکم کہ سنت ہے یا واجب؟ اس سلسلے میں قول اوّل، قول ثانی، دلیل، اعتراض وارد ہوا ہے تو اس کا جواب دیا ہے، پھر جمہور کے دلائل بھی پیش کیے ہیں، احناف کے دلائل، شوافع کے دلائل۔ ہر قول اور دلیل کا نئی سطر سے آغاز، حتی الامکان کوشش کہ تمام دلائل کا نمبروار ذکر ہو۔ اس طرح پڑھنے

والے کے لیے نہ صرف حدیث کا متن از بر کرنے میں آسانی رہتی ہے بلکہ حنفیہ اور دیگر مذاہب کے دلائل بھی بہ آسانی یاد ہوتے چلے جاتے ہیں۔عربی متن پر اعراب، حدیث کا بامحاورہ ترجمہ، رواۃ حدیث کا تعارف اس پر مستزاد ہے۔ترمذی شریف کے اساتذہ کے لیے اپنے اسباق کی تیاری آسان تر ہوجاتی ہے جب کہ طلبہ بھی سہولت سے اپنے اسباق تیار کرسکتے ہیں۔

الخیر الشذی پر شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری، شیخ الحدیث مولانا محمد یٰسین صابر، استاذ العلماء حضرت مولانا شبیر الحق، مولانا مفتی محمد عبداللہ (رئیس دارالافتاء جامعہ خیر المدارس)، شیخ الحدیث مولانا عبدالقیوم حقانی، مولانا مفتی محمد شہاب الدین پوپلزئی (پشاور)، شیخ الحدیث مولانا ارشاد احمد (دارلعلوم کبیر والا) شیخ الحدیث مولانا منیر احمد منور (باب العلوم کہروڑپکا) مولانا مفتی عطاء الرحمٰن (دارالعلوم مدنیہ بہاولپور) کی تقاریظ ثبت ہیں۔

حضرت مولانا ارشاد احمد مدظلہ اپنی تقریظ میں لکھتے ہیں...... ''سنن ترمذی اپنے مخصوص فقہی طرز کی بنا پر درس نظامی میں ایک خاص اہمیت رکھتی ہے۔اس کی درس وتدریس میں خاصی محنت وجد وجہد کارفرما ہوتی ہے۔محترم مولانا مفتی عبدالرشید صاحب مدظلہ نے محققانہ اور تدریسانہ انداز میں (یہ شرح) مرتب کی ہے۔اس میں اکابر کے ذوق کو سامنے رکھتے ہوئے طالب علم کی اہم ضروریات یعنی اعراب، بامحاورہ ترجمہ، رُواۃ حدیث کا تعارف، مذاہب ائمہ و مستدلات کو جامع انداز میں پیش کیا گیا ہے۔''

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری مدظلہم نے اپنی تقریظ میں لکھا ہے: ''جامعہ خیرالمدارس کے فاضل مولانا مفتی عبدالرشید صاحب زید مجدہم جیدالاستعداد اور فصیح البیان مؤلف ہیں۔تدریسی واشاعتی مشاغل کے باوجود مطالعہ وتصنیف کے لیے وقت نکال کر علمی وتحقیقی تالیفات اہل علم کی خدمت میں پیش کرتے رہتے ہیں۔اس سے پہلے مشکوٰۃ المصابیح کی شرح ''خیر التوضیح'' میں وہ اپنی علمی وتحقیقی قابلیت ولیاقت کا لوہا منوا چکے ہیں۔ان کی تازہ تالیف ''الخیر الشذی'' ہے جو صحاح ستہ کی معرکتہ الاراء کتاب ''ام الدورہ'' جامع ترمذی کی شرح ہے۔مؤلف موصوف نے محنت وعرق ریزی کے ساتھ شرحِ حدیث کی کامیاب سعی فرمائی ہے۔دعا ہے کہ حق تعالیٰ شانہ ان کی محنت واخلاص کو قبول فرمائیں اور اس شرح کو اساتذہ وطلبہ میں مقبولیت عطا فرمائے۔آمین''

اسی طرح کے تاثرات دیگر اکابر اہل علم کے ہیں۔حقیقت یہ ہے کہ جامع ترمذی شریف کی یہ شرح دیگر کئی شروحات سے بے نیاز کردینے والی ہے۔اس کا مطالعہ استاذ کو کئی دیگر کتب کی مراجعت سے بچالیتا ہے۔طلبہ کے لیے بھی اس کا پڑھنا، سمجھنا اور ابحاث کو یاد کرنا نہایت آسان ہے۔ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالی جناب مفتی صاحب زید مجدہم کو دیگر کتب احادیث کی شرح کی بھی توفیق عطا فرمائیں تاکہ اہل علم ان کی حدیثی خدمات سے زیادہ سے زیادہ مستفید ہوں۔